مہاماری

ناول

شموئل احمد

عوام کے نام

ہند صدیوں کی غلامی سے تو آزاد ہوا
تم بھی آزاد ہوئے اہلِ وطن سے پوچھو

﴿ ۱ ﴾

فہیم الدّین شروانی کو اکثر محسوس ہوتا کہ جس عہد میں وہ جی رہے ہیں وہ پٹے اور زنجیر کا عہد ہے جہاں ہر آدمی کے گلے میں پٹہ ہے اور زنجیر سامنے والے آدمی کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ احساس اس وقت بڑھ جاتا جب وہ محکمے کی اس میٹنگ میں حصّہ لیتے جس میں اعلیٰ حکام کے علاوہ سیاسی رہنما بھی شریک ہوتے۔ سبھی زنجیر کستے ......ایم ال اے......ایم پی ......مکھیا......سرپنچ......کمل ناتھ منڈل کچھ زیادہ ہی کستا ......

کمل ناتھ منڈل مقامی ایم ال اے تھا اور ناخن بڑھا کر رکھتا تھا۔ اس کا چہرا الٹے، ثلث کی طرح تھا۔ پیشانی سپاٹ تھی اور چہرے کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں جو ایک ڈھلان کے ساتھ اچانک ٹھڈّی پر ختم ہوگئی تھیں۔ ہاتھ بالوں سے بھرے بھرے تھے اور انگلیاں کیکٹس کی شاخوں کی طرح نوک دار تھیں۔

میٹنگ میں اس کی زبان لپلپاتی اور آنکھیں ہیرے اگلتیں ...... وہ ایک ایک افسر کو گھور کر دیکھتا۔ ان کے کاموں کا لیکھا جوکھا مانگتا اور ''بھینٹ'' کا فرمان جاری کرتا۔ ''بھینٹ'' ایک فریضہ تھا جسے ٹالا نہیں جا سکتا تھا۔ خود کمل ناتھ منڈل سی ایم سے بھینٹ کرتا تھا۔ دورِ غلامی کی ڈالی پٹے اور زنجیر کا عہد آتے آتے بھینٹ میں بدل گئی تھی۔

اس بار جو بیس سوتری کی بیٹھک ہوئی تو فہیم الدّین شروانی کے لئے ''بھینٹ'' کا فرمان جاری ہوا اور ان کے گلے کا پٹہ کس گیا ......فہیم الدّین شروانی اسٹیٹ کے واٹر ریسورسیز ڈپارٹمنٹ میں ایکزیکیوٹو انجنیر تھے۔ جہان نگری میں تعینات ہوئے ان کو مشکل سے دو ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔ لیکن سر منڈاتے ہی اولے پڑے تھے۔ عہدہ سنبھالتے ہی بیس سوتری کی میٹنگ ہوگئی تھی جس کے پانچویں سُتر میں ان کا محکمہ آتا تھا ...... دور دراز علاقے میں جلا پورتی ......شروانی ایسی نشستوں سے دور بھاگتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کٹہرے میں کھڑے ہیں۔

جہان نگری میں ان کو پہلی بار ''جاتی سمیکرن'' سے آگاہی ہوئی تھی ......کون بھورا بال ہے......؟ کون مائی کے تحت آتا ہے......؟ سماجک نیائے والے کون ہیں......؟ مثلاً بڑا بابو برہمن تھا......ڈسپیچ کلرک راجپوت......اسٹور کیپر

بھومی ہار تھا اور اکاونٹس کلرک لالہ...... یہ سب بھورا بال تھے۔ چین پور اور حسن گنج کے جونیرانجنیر بھی بھورا بال تھے۔ اکاونٹنٹ ذات کا ملاّح تھا۔ کیشیر کوئری اور اسسٹنٹ ہریجن تھا۔ یہ سماج نیائے والے لوگ تھے۔ اسسٹنٹ انجنیر کیلاش رائے اور جونیرانجنیر رمیش یادو اور خود فہیم الدّین شروانی ''مائی'' کے تحت آتے تھے۔
شروانی کے آنے پر مسلم عملہ خوش تھا لیکن وہ اپنی خوشی کا اظہار کھل کر نہیں کر رہا تھا۔ شروانی سے ان کی باتیں آنکھوں ہی آنکھوں میں ہوتی تھیں۔
جس دن بیس سوتری کی میٹنگ تھی رمیش یادو نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

''آپ کو یہاں پریشانی نہیں ہوگی سر......!''

''کیوں......؟''

''اسسٹنٹ میں مائی کا سمیکرن ہے...... مائی میں بھی پہلے ''ایم'' ہے پھر ''وائی'' پہلے آپ ہیں پھر ہم لوگ......!''

''وہ تو ہے......!'' شروانی مسکرائے تھے۔

''یہاں زیادہ تر ودھائک مائی والے ہیں۔ لیکن رام چندر جھا بی جے پی کے ہیں اور کملیش درپن بھی ورودھی دل کے ہیں۔''

پھر رمیش یادو رازدارانہ لہجے میں بولا تھا۔

''بڑا بابو سے ہوشیار رہیئے گا......''

''کیوں؟''

''برہمن ہے......''

شروانی کو اچھا نہیں لگا کہ ایک جونیرانجنیر اس طرح ذات پات کی باتیں کرے۔ وہ خاموش رہے۔

''ان لوگوں نے بہت شوشن کیا ہے سر......!''

''اب آپ لوگ کر رہے ہیں۔''

''نفرت تو ان لوگوں نے ہی پھیلائی۔ یہاں بیک وارڈ کا ابھرتا ہوا لیڈر تھا......مہندر...... اس کو بھومی ہار ڈی اس پی نے گولی کا نشانہ بنایا......''

شروانی نے موضوع بدلا۔

''میں کچھ فائلیں دیکھ لوں......؟''

رمیش یادو چیمبر سے باہر چلا گیا۔ شروانی نے کچھ اہم باتیں ڈائری میں نوٹ کیں۔ مثلاً کون کون سی اسکیم چل رہی

ہے……کون کون سی بند ہے…… کتنے چاپانل بند ہیں کتنے چالو……پچھلی میٹنگ کی رپورٹ فائل میں رکھی اور کلکٹریٹ پہنچے۔

سیاسی نمائندے پہلے سے موجود تھے۔کمل ناتھ منڈل تاخیر سے آیا۔اس نے آتے ہی حسب معمول سب کو گھور کر دیکھا۔پھر شکائتی لہجے میں بولا۔

''میں اپنے چھیتر سے آرہا ہوں۔کہیں کوئی کام نہیں ہورہا ہے……!''

پھر اس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔

''کسم پور کے بی ڈی او آئے ہیں……؟''

''یس سر……''ایک کونے سے آواز آئی۔

''پُلیا کا نرمان کیوں رک گیا ہے؟''

''فنڈ نہیں ہے۔''

''فنڈ کیا ہوا……؟''کمل ناتھ غرّایا۔

ڈی ایم نے سمجھایا کہ وہ کام آئی۔آر۔ڈی۔پی سے ہونا تھا۔ابھی فنڈ نہیں ملا ہے۔

''اور اسکول بلڈنگ……؟''

''کام چل رہا ہے۔''

''اس میں دو نمبر کا کام ہو رہا ہے۔''پنچائت کا مکھیا بولا۔

''ان کا سپروائزر سیمینٹ بیچتا ہے……''

''الاٹمنٹ کتنا ہے……؟''

''دو لاکھ!''

''خرچ؟''

''ستر ہزار……!''

''ستر ہزار خرچ ہو گئے اور ابھی تک چھت نہیں پڑی……؟''مکھیا بولا۔

''کام چل رہا ہے۔''بی۔ڈی۔او نے وضاحت کی۔

''ڈی ایم صاحب! آپ انسپیکشن کیجیے اور رپورٹ دیجیے۔''

''گرامین بینک……؟''

ڈی ایم نے افسر کی قطار پر نظر ڈالی……ایک لمحہ خاموشی رہی پھر ایک منحنی سا آدمی کرسی سے اٹھا۔

''مینیجر صاحب ہیڈ کوارٹر کی میٹنگ میں گئے ہیں۔''

''آپ کون ہیں......؟''

''کیشئیر......''

''ہیڈ کوارٹر کی میٹنگ ضروری ہے اور یہ میٹنگ ضروری نہیں......؟'' کمل ناتھ غرّ ایا۔

کیشئیر خاموش رہا۔

''رن وترن کیوں نہیں ہو رہا ہے؟''

''پرکھنڈ سے سوچی نہیں آئی ہے۔''

''کیوں بی ڈی او صاحب......؟''

''سوچی لگ بھگ تیار ہے۔ایک دو دن میں بھیج دوں گا۔''

''جو لوگ غریبی ریکھا سے نیچے ہیں ان کے لئے جرسی گائے کی ویوستھا کرنی تھی۔اس کا کیا ہوا؟''

''سوچی بن رہی ہے۔'' بی ڈی او بولا۔

''آپ سال بھر سوچی ہی بناتے رہئیے۔'' مکھیا ہنسنے لگا۔

''شکھچھا وبھاگ......؟''

اس ڈی او ایجوکیشن کھڑے ہوئے۔

''آپ کا ماسٹر بھاگا رہتا ہے۔ایک بھی ماسٹر گاؤں میں نہیں ہے۔''

اس ڈی او ایجوکیشن چپ تھے۔

''یہ لوگ کمیشن لے کر تنخواہ دے دیتے ہیں۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔'' اس ڈی او نے احتجاج کیا۔

''ایسی بات نہیں ہے تو جانچ کروا دیتا ہوں......'' کمل ناتھ منڈل معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

اس ڈی او چپ......

''آپ بھینٹ کیجئے!''

''آر ای او......؟''

ایکز یکیوٹیو کھڑے ہوئے۔

''میرے چھتر میں روڈ کی حالت بہت جرجر ہے؟''

''ابھی الاٹمنٹ نہیں آیا۔''

''اسٹیمیٹ کا کیا ہوا؟''

''بنا کر بھیج دیا ہے۔''

''یہ کام ضلع یوجنا سے نہیں ہوسکتا کیا......؟''کمل ناتھ منڈل ڈی ایم سے مخاطب ہوا۔

''یوجنا میں پیسہ نہیں ہے۔''ڈی ایم مسکرایا۔

کمل ناتھ منڈل کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

''بلاک کے ڈاکٹر صاحب آئے ہیں......؟''

''جی ہاں!''

''میں مرزا چک ہیلتھ سنٹر سے دوبار گذرا ہوں۔ وہاں نہ کمپاؤنڈر تھا نہ نرس۔''

''کمپاؤنڈر کا ٹرانسفر ہوگیا ہے۔''

''آپ ہیلتھ سنٹر کب وزٹ کرتے ہیں؟''

''یہ کسی سنٹر پر نہیں جاتے ہیں۔''ایک مقامی نیتا بولا جو بیس سوتری کا نامزد ممبر تھا۔

''یہاں رہتے ہی نہیں ہیں۔''مکھیا نے جوڑا۔

''آپ لوگ ہیڈ کوارٹر میں رہیں نہیں تو دنڈ ملے گا......''

''الکٹریسیٹی ڈپارٹمنٹ......؟''

ایکزیکیوٹیو انجنیر نے پہلو بدلا۔

''حسن گنج میں اندھیرا کیوں ہے......؟''

''اُگروادیوں نے تار کاٹ لیئے ہیں۔''

سبھی چپ......فضا میں سانپ سونگھ گیا۔کمل ناتھ منڈل نے موضوع بدلا۔

''واٹر ریسورسیز......؟''

فہیم الدّین کھڑے ہوئے۔ یہ ان کی پہلی میٹنگ تھی۔ڈی ایم نے تعارف کرایا تو شروانی نے ایک لمحے کے لئے کمل ناتھ منڈل کی آنکھوں میں جھانکا''مائی ......''اور اس نے آنکھوں کی تحریر پڑھ لی۔لیکن دوسرے نیتا ایک ساتھ بولنے لگے۔

''آپ کے وبھاگ میں بہت گڑ بڑ ہے۔''

''ٹھیکہ دار ٹاٹا پائپ بدل کر لوکل پائپ لگاتا ہے۔''

''آپ کا کوئی جاپانل ٹھیک سے کام نہیں کرتا ہے۔''

''آپ کا مستری بھی ایریا میں نہیں گھومتا ہے۔''

''اسٹور میں بھی گڑبڑی ہے۔''

شروانی سب کا منھ تک رہے تھے۔

''کسم پور میں کتنے چاپانل ہیں......؟''

شروانی نے ڈائری الٹی۔

''گیارہ سوپچپن۔''

''کتنے بند ہیں؟''

''دوسودس!''

''کب مرمت کیجئے گا؟''

''فنڈ نہیں ملا۔''

''کب جوائن کیا......؟'' کمل ناتھ نے پوچھا۔

''پہلی تاریخ......''

''میٹنگ کے بعد بھینٹ کیجئے......''

میٹنگ شام تک چلتی رہی۔ شروانی لنچ کے وقفہ میں اجازت لے کر اٹھ گئے۔ اسمبلی میں پوچھے گئے سوالات کی جوابی رپورٹ تیار کرنی تھی۔ میٹنگ ہال سے باہر آئے تو مقامی لوگوں نے گھیر لیا۔

''سر......! میرا چاپانل نہیں گڑا......سر......!!''

''سر......''

شروانی نے سب کی عرضیاں لیں اور کسی طرح پیچھا چھڑا کر جیپ میں بیٹھے۔ دفتر آ کر اسمبلی کی رپورٹ تیار کی اور شام کو سرکٹ ہاؤس پہنچے۔ کمل ناتھ منڈل کا دربار لگا ہوا تھا۔ کچھ مقامی افسران بھی موجود تھے۔ کمل ناتھ شروانی کو الگ کمرے میں لے گیا۔

''اچھا ہوا کہ آپ کی پوسٹینگ یہاں ہوگئی......کوئی براہمن یا راجپوت ہوتا تو کام بگڑ جاتا۔''

شروانی خاموش رہے۔

''لیکن آپ کا اسٹور کیپر بھومی ہار ہے۔ اس کی جگہ کسی سماجک نیائے والے کو دیجئے......''

''یہ ہیڈکوارٹر سے طے ہوتا ہے۔''

''وہ چور ہے۔ اس نے دوتلہ مکان بنوالیا۔''

''مجھے نہیں معلوم......''

''آپ تو نئے آئے ہیں ۔آپ کو کیا معلوم ۔ہم لوگ جانتے ہیں کون کیا ہے ......؟ آپ چندر کانت ساہنی کو اسٹور کیپر بنا دیجئے ......''

''ساہنی ورک چارج اسٹیبلشمنٹ میں ہے اور یہ جگہ ریگولر اسٹیبلشمنٹ کی ہے۔''

''آپ چاہیں تو کر سکتے ہیں ......''

''اس کا اختیار چیف انجنیر کو ہے۔وہی کیڈر بدل سکتے ہیں ......''

''میں ان سے بات کروں گا۔لیکن آپ اس پر نظر رکھیں ورنہ میں اسٹور میں چھان بین کرا دوں گا۔''

شروانی خاموش ہو گئے۔

''میرے یہاں گووردھن پوجا ہے۔سی ایم آئیں گے......''

''جی''

''یہ کام سب کے سہیوگ سے ہوتا ہے۔آپ کل تک بھینٹ کر لیں......''

''جی اچھی بات ہے......'' شروانی آداب کرتے ہوئے اٹھ گئے ۔رمیش یادو باہر کھڑا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی پوچھا۔

''کیا ہوا سر......؟''

''گووردھن پوجا ہے۔'' شروانی مسکرائے۔

''ان کے یہاں ہر سال پوجا ہوتی ہے۔سی ایم بھی آتے ہیں۔''

''کہتے ہیں بھینٹ کیجئے......''

''کر لیا جائے سر ہم لوگ اڈجسٹ کر دینگے......''

''اماونٹ......؟''

''دس ہزار تو دینا ہی پڑے گا۔ ہر سال گھر بھوج بھی کرتے ہیں۔''

''رقم کہاں سے آئے گی......؟''

''مرمت کے مد میں پیسہ تو ہے......''

''رمیش یادو نے لیکچ مرّمت کے لئے عرضی دی ہے اور پندرہ ہزار روپے طلب کئے۔''

''کیوں؟ پندرہ ہزار کیوں......؟''

''آفس خرچ کھان پان پٹرول......''

فہیم الدّین شروانی نے عرضی پر لکھا۔

''کیشیر ! پلیز پے روپیز ففٹین تھاوزنڈ فور لیک رپیئر ......''

☆ ☆ ☆

پٹّے اور زنجیر سے فہیم الدّین شروانی کا رشتہ عہد طفلی سے ہے......

دراصل سون پور کے میلے میں نظر جھبریلے پر پڑ گئی ......

جھبریلا برف کی مانند سفید تھا اور آنکھیں بلور کی طرح چمکیلی ......

شروانی مچل گئے ......امی کا آنچل پکڑ کر کھینچا......

جھبریلا ان کو بھی بھا گیا......امی نے جھبریلا دو ہزار میں خریدا۔

''کیا نام رکھو گے؟''

شروانی ایک لمحے کے لئے سوچا کیئے پھر چہک کر بولے

''ٹفی ......''

''اچھا نام رکھا......ٹفی ......یعنی ٹف ......!''

''امی یہ کاٹے گا تو نہیں ......؟''

''تمہیں کیوں کاٹے گا......؟ تم مالک ہو......!''

''چور کو کاٹے گا......!''

''ہاں چور کو......'' امی ہنس پڑیں۔

میاں شروانی ٹفی کو راستے بھر گود میں لئے رہے......رہ رہ کر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے......ٹفی دم ہلاتا اور گاڑی کی کھڑکی سے باہر جھانکتا۔ گھر پہنچتے ہی ٹفی نے الٹی کی اور ایک کونے میں پسر گیا۔ امی نے زنجیر کرسی کے پائے سے باندھ دی۔

گھر میں باپ کا رول اکثر ویلن کا بھی ہوتا ہے......اس کے ڈوز اور ڈونٹس ......ٹفی کو دیکھ کر ویلن کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''کہاں سے آیا......؟''

سبھی چپ ......!!

''کہاں سے لائے اس کو......؟'' ویلن چیخا۔

''میلے میں خریدا......'' امی کسی مجرم کی طرح بولیں۔

''خریدا......؟ کتنے میں خریدا......؟''

''دو ہزار میں ......''

''دماغ خراب ہے کیا......؟''

''بچے کو شوق ہو گیا تو کیا کرتی......؟''

''ڈابر مین خریدتی ...... بلڈاگ خریدتی ...... یہ پامیرین ......؟ نکمی ذات ......! یہ گھر کی حفاظت نہیں کر سکتا......''

''اب جانے دیجئے۔''

''چپ رہو......! تمہیں کیا پتہ پیسے کہاں سے آتے ہیں......؟''

امی باورچی خانے میں گھس گئیں......میاں شروانی ہوم ورک لے کر بیٹھ گئے۔

ٹفی غرّانے لگا......ویلن مسکرایا۔

''گھر کے مالک کو ہی آنکھیں دکھاتا ہے......؟''

ٹفی پھر غرّایا تو ویلن کا غصّہ بڑھ گیا۔

''نکل......'' ویلن نے چین پکڑ کر کھینچا۔

ٹفی اڑ گیا...... پنجے فرش پر گڑا لئے......

''چل نکل......!''

ویلن نے پوری قوت سے زنجیر کھینچی۔ ٹفی فرش پر گھسٹا گیا اور زور زور سے بھونکنے لگا۔ ویلن نے زنجیر کو پھر جھٹکا دیا تو پٹّہ گلے سے کھل گیا۔ زنجیر سے چھوٹتے ہی ٹفی بھاگا اور صوفے کے نیچے گھس گیا۔

''بھاگ کر جائے گا کہاں......؟''

ویلن نے صوفہ کھسکایا۔ ٹفی دیوان کے نیچے گھس گیا۔ ویلن نے اِدھر اُدھر دیکھا......ڈنڈا کہیں نہیں ملا......نظر پردے پر پڑی۔ پیلیمٹ سے پردہ اتار کر چھڑی باہر کھینچی اور دیوان کے نیچے ٹفی کو کوچنے لگا۔

''نکل......نکل......نکل......!''

ٹفی دانت کھسوٹے مسلسل غرّا رہا تھا۔ دیوان سے نکل کے کمرے میں گھس گیا۔ وہاں فرنیچر نہیں تھا۔ کہیں چھپنے کی جگہ نہیں تھی۔ ویلن پٹّہ لے کر آگے بڑھا ...... گلے میں پہنانا چاہا کہ ٹفی نے اچانک ہاتھ میں دانت گڑا دئے...... ویلن نے فوراً ہاتھ کھینچا......کلائی پر خراش آ گئی۔

''کاٹ لیا سالے نے......انجکشن لینے پڑیں گے......!''

میاں شروانی بغل میں کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے......

''سب اس موذی کی بدولت ہوا ...... کتا پالے گا ...... ؟ کمبخت ! لے ...... پہن پٹّہ

......مٹالے شوق ......!!'' ویلن طیش میں آکر پٹّہ میاں شروانی کے گلے میں ڈال دیا اور زنجیر کھینچی......

''بے ہودہ......''

''پاجی......''

پٹّہ گلے میں کس گیا......میاں شروانی کی آنکھیں ابلنے لگیں......

''کیا کرتے ہیں......؟'' امی تڑپ کر سامنے آگئیں۔ پٹّہ اتار کر پھینکا۔

''دو ہزار پانی میں گئے......'' ویلن چیخا۔

شروانی بلک بلک کر رونے لگے......امی نے سینے سے لپٹا لیا اور خود بھی رو پڑیں......

انجکشن لینے کی نوبت نہیں آئی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ سب میں ریبٹ نہیں ہوتے۔ پامیرین میں تو اور بھی نہیں ...... لیکن کتا رکھنا ہو تو انجکشن لگوانے ہوں گے اور پٹّہ بھی ضروری ہے......کتا مالک اسی کو سمجھتا ہے جس کے ہاتھ میں زنجیر ہوتی ہے ورنہ پامیرین بھی آزاد ہو کر شیر ہے ...... ویلن کو فکر ہوئی کہ دو ہزار کیسے وصول ہوں ......؟ وہ خریدار ڈھونڈنے لگا۔ لیکن ٹفی کی عمر ڈھائی سال تھی جیسا کہ ڈاکٹر نے بتایا۔ بڑا پامیرین کوئی لینا نہیں چاہتا تھا۔ سبھی پلّہ پسند کرتے تھے۔

ٹفی شروانی سے مانوس ہو گیا۔ وہ زنجیر تھامے صبح شام اس کو ٹہلاتے۔ ٹفی آگے آگے بھاگتا ...... وہ پیچھے پیچھے...... شروانی جب اسکول سے آتے تو ٹانگوں سے لپٹ جاتا ......اچھل اچھل کر ان کے رخسار چومنے کی کوشش کرتا...... شروانی خوش ہو جاتے اور اس کو پرے ہٹاتے ہوئے سُرور میں کہتے......

''ارے......ارے......ارے!''

لیکن ٹفی کی ویلن سے ٹھن گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ...... ویلن جب کھانے کی میز پر ہوتا تو ٹفی غرّانے لگتا۔ یہ بات امی کو بھی بری لگتی۔

گوشت ویلن کی مرغوب غذا تھی۔ ایک دن وہ ہڈّی چوس رہا تھا۔ نلی کو منھ میں لے کر الٹی سانس لیتا......سڑپ...... پھر الٹ کر دیکھتا کہ گودا کہاں تک آیا......؟ نلی کو پلیٹ پر بجاتا ......ٹن ......ٹن ......ٹن ......ٹن ...... !لیکن گودا نکل نہیں رہا تھا اور ٹفی زنجیر سے بندھا بھوک رہا تھا......

ویلن جھلا گیا......

''حرام خور!''

اور چپّل پھینک کر مارا......ٹفی زور سے اچھلا اس کے گلے کا پٹّہ کھل گیا ...... وہ بھونکتا ہوا قریب آگیا ...... ویلن

ڈائننگ ٹیبل پر چڑھ گیا اور زور سے چلایا۔

''پٹہ پہناؤ......پٹہ پہناؤ......!''اس کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ٹفی دانت نکالے غرّا رہا تھا۔

میاں شروانی پیچھے سے آئے اور چپکے سے گلے میں پٹّہ ڈال دیا......

ویلن کی جان میں جان آئی۔وہ پھر نلی چوسنے بیٹھ گیا۔

''ٹن......ٹن......ٹن......!''

''علاج کرتا ہوں حرام خور......!''

کھانے کے بعد ویلن نے اسکوٹر نکالی۔میاں شروانی کو ٹفی کے ساتھ بیٹھایا اور مختلف راستوں کے چکرّ کاٹتا ہوا تقریباً پندرہ کیلومیٹر دور ایک انجان علاقے میں آیا۔ایک جھاڑی کے قریب اسکوٹر روک کر شروانی سے تحکمانہ لہجے میں بولا۔

''اتارو......!''

شروانی نے جیسے ہی ٹفی کو اتارا ویلن نے اسکوٹر بڑھا دی۔ٹفی اسکوٹر کے پیچھے دوڑا۔ویلن نے رفتار تیز کر دی۔ٹفی بھی پوری قوت سے دوڑنے لگا......اسکوٹر کی رفتار تیز سے تیز تر ہوگئی......شروانی مڑ مڑ کر پیچھے دیکھنے لگے......ٹفی جی جان سے دوڑ رہا تھا...... صرف ایک انچ کا فاصلہ......ٹفی......ٹفی......کاش! اچھل کر گود میں آ جاتا......!!

پامیرین......نکمی ذات......!!

امی نے آنسو پونچھے......مایا نے بھی دلاسہ دیا۔

''کتے راستہ پہچانتے ہیں......ٹفی گھر آ جائے گا......!''

شروانی بہت دنوں تک ٹفی کو بھول نہیں سکے......بار بار وہ منظر نگاہوں میں گھومتا......پیچھے دوڑتا ہوا ٹفی......محض ایک انچ کے فاصلے پر......محض ایک انچ......اچھل کر چڑھ جاتا پاودان پر اور کاٹتا پاؤں میں......چیخ......باپ رے باپ......کاٹ لیا سالے نے......انجکشن لینے پڑیں گے......انجکشن......!

پٹّہ کس کے گلے میں تھا......؟ پٹہ والد محترم کے گلے میں تھا جو پسر عزیز کی مدد سے اترا اور والد محترم اسکوٹر لے کر......

یہ بات مایا نے سمجھائی......

مایا پڑوس میں رہتی تھی۔شروانی اس کے منھ بولے بھائی تھے۔وہ انہیں ہر سال راکھی باندھتی۔میاں شروانی بھی راز دل بیان کرتے کہ ہوم ورک کیوں نہیں کیا......؟ کب اسکول میں جھڑکی سنی......؟ کب ابو سے ڈانٹ سنی؟ امی کے

بعد مایا ہی ایسی ہستی تھی جس سے میاں شروانی کو تقویت ملتی۔اس کے والد محکمہ تعلیم میں جونیر افسر تھے۔وہ ذات کے حجام تھے۔شروانی کے والد کو اس سے الرجی تھی۔وہ ان کو''رزرو کوٹا'' کا بتاتے تھے۔ان کو خدشہ تھا کہ پتہ نہیں کب یہ حجام ان کا ڈائرکٹر بن کر طعینات ہو جائے۔

فہیم الدّین شروانی کو ایک بڑا بھائی بھی تھا......''ڈھان چو'' اور جسیم الدّین چڑھتے تھے ...... بھلا کیا نام ہوا ڈھان چو......؟ سیّد گھرانے میں بھی کہیں ایسے نام ہوتے ہیں ......ایسے نام تو بیک وارڈ کے ہوتے ہیں ...... ڈھان چو......بلو ......منگو......پھیکو ......!لیکن نام دادا کا دیا ہوا تھا جسے جسیم الدّین بدل نہیں سکتے تھے۔دراصل شادی کے چار سال بعد بھی جب بہو کی گود ہری نہیں ہوئی تو اس نے ڈھان پیر کے مزار پر چلّہ کھینچا ...... پیر کے فیض سے امید بر آئی۔دادا نے فوراً پیر کے نام پر بچے کا نام رکھ دیا۔

جسیم الدّین کو اپنے اس بیٹے سے چڑھ تھی۔ڈھان چو کی شکل بھی دیکھنا ان کو گوارہ نہیں تھا......کان چپٹے......لوئیں مُڑی ہوئیں ...... دہانہ چھوٹا ...... ہونٹ دھنسے ہوئے ......گال پچکے ہوئے اور جبڑوں کی ہڈّیاں ابھری ہوئیں ...... ان کو زیادہ چڑھ اس کی آنکھوں سے تھی۔ڈھان چو کی آنکھیں دھند بھری تھیں جن میں ادھ مرے خواب کسی زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑاتے تھے۔

دراصل ڈھان چو کو عجیب و غریب خواب آتے جو سچ ہو جاتے۔یعنی جو واقعہ خواب میں نظر آتا وہ کہیں نہ کہیں رونما ہوتا۔مثلاً مکھیا کا راجدھانی میں گھوڑے خریدنا......

ڈھان چو کے خواب میں مکھیا کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوتا۔کبھی راجدھانی کے بلند و بالا مینار کے اونچے خانے میں براجمان ہوتا......کبھی چاندی کے گلاس میں سوم رس پی رہا ہوتا......کبھی مینار کے دریچے سے جھانک کر باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کو دیکھتا اور نعرہ لگاتا......

''ہم غریبی ہٹائیں گے......''

ڈھان چو کسی کو مخاطب کرتا تو اس کے دھنسے ہوئے ہونٹ چھپکلی کے دہانے کی طرح کھلتے اور ایسا لگتا وہ بول نہیں رہا ہے مکھیاں پکڑ رہا ہے۔وہ مقابل کے نام کو دہراتا تھا۔مثلاً ابا ابا......اماں اماں ...... بھیا بھیا......اور جسیم الدّین کو کراہیت محسوس ہوتی ......کس طرح کہتا ہے ابا......ابا...... یہ زندگی میں کچھ نہیں کر سکتا ...... یہ بوجھ ہے......اس پر خرچ کرنا بے کار ہے......!

لیکن کبھی کبھی ان کو خوف بھی محسوس ہوتا اور سوچے بغیر نہیں رہتے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے بیٹے کو واقعی کشف ہوتا ہے......؟ یہ حونق......؟ اونٹ کے گھٹنے جیسی شکل اس کی......؟ پیر کے فیض سے تولد ہوا......کہیں پیر کے وصف تو

نہیں آ گئے......؟

ہوا یہ کہ ایک دن جب دفتر کے لئے نکل رہے تھے تو ڈھان چو نے مکھّی پکڑی۔

''ابا......ابا......تمہارا بیگ چوہا کتر گیا......''

''بے ہودہ!''

جسیم الدّین نفرت سے بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اصل میں ان کے پاس ایک پرانا چرمی بیگ تھا جسے لے کر وہ دفتر جاتے تھے اور کچھ فائلیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں چاندی کی طبق لپٹی ہوتی ہے۔ مثلاً اساتذہ کے تبادلے ......مدرسے کی گرانٹ......فنڈ......!

وہ دفتر سے گھر آتے تو بیگ کا پیٹ پھولا ہوتا......اس دن سیکشن افسر نے فائلیں سیدھی ڈائرکٹر کے پاس بڑھا دیں۔ وہ پچکا ہوا بیگ لے کر آئے۔

ڈھان چو فہیم الدّین سے سات سال بڑا تھا۔ لیکن ان کو بھیا بھیا کہتا تھا۔ فہیم الدّین بھی اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی نظر میں ڈھان چو معصوم اور بے ضرر انسان تھا جس کے لئے حقیقت بدخواب تھی اور بدخواب حقیقت ......

لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ ڈھان چو نے محض بدخواب دیکھے......

ڈھان چو نے کبھی دھنک کے رنگ والے سپنے بھی دیکھے تھے......

وہ بچپن کے دن تھے۔ ملک نیا نیا آزاد ہوا تھا۔ امرائیوں میں کوئلیں کوکتی تھیں۔ پرندے چہچہاتے تھے اور آنگن میں رنگین پروں والی تتلیاں رقص کرتی تھیں۔ ان دنوں امی لوریاں گاتیں اور پریوں کے قصّے سناتیں۔ ڈھان چو نے ایک بات محسوس کی تھی کہ پریوں کی کہانی میں دیو ضرور ہوتا ہے۔ اس نے ایک بار امی سے پوچھا تھا۔

''امی......! آپ کی کہانی میں دیو کیوں ہوتا ہے......؟''

امی ہنسنے لگیں تھیں۔ پھر بولی تھیں۔

''شہزادہ بھی تو ہوتا ہے......!''

''لیکن دیو کیوں ہوتا ہے......؟''

اس نے اصرار کیا تو امی اس کو لپٹاتی ہوئی بولی تھیں کہ جہاں پری ہوگی وہاں دیو بھی ہوگا اور ایک شہزادہ بھی جو دیو کا خاتمہ کرے گا۔

ڈھان چو کو دیو کے ذکر سے وحشت ہوتی۔ لیکن کوئی شہزادہ جب پری کی مدد کو پہنچ جاتا تو وہ خوش ہوتا۔ اس کا

تجسس اس وقت بڑھ جاتا جب پری شہزادے کو مکھّی بنا کر بالوں میں چھپا لیتی ۔ جب دیو آتا اور مانس گندھ مانس گندھ کہہ کر نتھنے پھلاتا تو اس کا ننھا سا دل خوف سے دھڑ کنے لگتا۔ وہ امی کے سینے سے چپک جاتا......اب کیا ہوگا......؟ دیو شہزادے کو ڈھونڈ تو نہیں لے گا ......؟ لیکن دیو جلدی گہری نیند سو جاتا تب پری شہزادے کو پھر سے آدمی بنا دیتی اور شہزادہ اس پنجڑے تک پہنچ جاتا جہاں طوطے میں دیو کی جان قید ہوتی ۔شہزادہ طوطے کی گردن مروڑتا تو ڈھان چو خوشی سے جھومنے لگتا۔

اس کو ایک کہانی دادا نے بھی سنائی تھی......ضحاک کی کہانی کہ کس طرح آہن گر نے بھانتی کا پرچم بنایا اور ظالم بادشاہ کا خاتمہ کیا۔

دادا کو یہی ایک کہانی معلوم تھی جسے وہ کئی بار سنا چکے تھے۔آخیر میں وہ یہ ضرور دہراتے کہ راجہ کا پیٹ بڑھتا ہے تو اس کے کندھوں پر سانپ اُگ آتے ہیں اور آدمی کا سر مانگتے ہیں اور پھر اچانک اس کو بازووں سے پکڑ کر معلق اٹھا لیتے اور گرج گرج کر کہتے......

''اور تب لہراتا ہے درش کا ویانی......درش کا ویانی......درش کا ویانی......''

اور وہ اسی طرح اس کو ہوا میں معلق اٹھائے گول گول گھومتے اور درش کا ویانی...... درش کا ویانی......کی تکرار کرتے۔

یہاں تک کہ ڈھان چو کے بازو دکھنے لگتے......

دراصل دادا آزاد ہند کے سپاہی تھے۔آزادی کی تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ حصّہ لیا تھا۔اس کو وہ دن یاد تھا جب شہر میں آزادی کا جشن منایا گیا تھا۔شہر دلہن کی طرح سجا تھا۔گلی گلی میں شادیانے بجے تھے دادا نے لمبی سی پگڑی باندھی تھی اور لہک لہک کر قومی گیت گائے تھے۔اس دن اس نے بھر پیٹ میٹھائی کھائی تھی اور گاوخانے کے بچھڑے کی طرح خوب اچھلا کودا تھا۔

ڈھان چو نے اس رات ایک حسین خواب دیکھا تھا۔

ایک خوب صورت پری زنجیروں میں جکڑی پڑی تھی۔دادا تلوار لہراتے ہوئے آئے۔

پری کی بیڑیاں کاٹیں۔اس کو ریشم سے ملبس کیا۔ہاتھوں میں کنگن پہنائے۔گلے میں طوق ڈالا۔ناک میں نتھ اور کانوں میں جالیاں پہنائیں اور ایک سنہرا تاج سر پر رکھا اور ہاتھ میں سونے کی چھڑی دی۔پری گھر گھر جھانکنے لگی ۔سب کو باری باری چھڑی سے چھوتی۔ڈھان چو نے دیکھا گاؤں میں کوئی غریب نہیں ہے۔بچے کلکاریاں بھر رہے ہیں۔عورتیں ہنس رہی ہیں۔آدمی بے خوف ہے۔

ڈھان چو نے یہ خواب دادا کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔دادا نے اس کو معلق ہوا میں اٹھا لیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اپنی گرجدار آواز میں بولے۔

''آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا۔''

اور عادت کے مطابق اس کو بانہوں میں اٹھائے گول گول گھوما کیئے اور ان کی گرجدار آواز گونجا کی ''آفتاب تازہ......آفتاب تازہ......''

ان دنوں ڈھان چو کے پڑوس میں ایک لڑکی رہا کرتی تھی۔ ڈھان چو کو وہ پری لگتی تھی۔ اسی طرح اس کے بال سنہرے تھے...... ہونٹ سرخ سرخ...... دانت موتیوں کی طرح سپید...... دونوں امرائیوں میں گھومتے......کوئل کوکتی تو اس کی نقل کرتے اور تتلیوں کے پیچھے بھاگتے۔ امی دونوں کو ساتھ دیکھ کر خوش ہوتیں۔ ان دنوں ڈھان چو نے ایک خواب دیکھا تھا۔

تاروں بھری رات ہے۔ چاند آسمان کے وسط میں لہک رہا ہے۔ وہ ندی کے کنارے پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ کسی نے دبے پاؤں آکر اس کی آنکھیں موند لی ہیں۔ اس نے مُڑ کر دیکھا۔ وہی لڑکی تھی۔ اس کو پنکھ تھے اور ہاتھ میں سونے کی چھڑی۔ لڑکی نے اسے چھو دیا۔ اس کے کپڑے سنہرے ہو گئے۔ وہ ایک شہزادے میں بدل گیا۔ دونوں امرائیوں میں بھاگے اور دوڑتے دوڑتے تتلیوں میں تبدیل ہو گئے......

ڈھان چو نے اپنا خواب امی کو سنایا تو وہ خوب ہنسیں پھر اس کے چہرے کا دونوں ہاتھوں سے کٹورہ سا بنایا اور منھ چوم کر بولیں۔

''تو بڑا ہو گا تو تجھے اس سے بیاہ دوں گی......''

''دھت......ا'' وہ شرما کر امرائیوں میں بھاگا تھا۔

ڈھان چو نے جو خواب دیکھا وہاں دیو نہیں تھا لیکن جہاں پری ہوتی ہے وہاں دیو بھی ہوتے ہیں۔ ایک دن اچانک لڑکی کی لاش گاؤں کے تالاب میں ملی۔ اس دن دیوالی تھی۔ اتنا معلوم ہوا کہ مکھیا کی حویلی سے ایک گرگٹ سرسراتا ہوا نکلا اور چٹ سے تتلی پکڑ لی......

سینے میں جب چوری ہوتے ہیں تو دل کے مقام میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ ڈھان چو کے ننھے سے دل میں سوراخ ہو گیا جو وقت کے ساتھ پھیلتا گیا......! ڈھان چو کی آنکھوں میں دھند بھرتی گئی۔ اس کو عجیب وغریب خواب آنے لگے اور ایک دن یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اس مدت میں وہ پری جسے دادا نے دھنک رنگ لباس سے ملبس کیا اٹھائی گیرے سے ہم بستر ہوئی۔ اس دن ڈھان چو نیند میں زور سے چلایا۔

''کیا تجھے اسی دن کے لئے آراستہ کیا کہ بازار میں گنبد بنالے اور چوراچکوں کے لئے
ٹانگیں پسارے......تو ملعون ہوئی......ہم تیری لعنت جھیلنے پر مجبور ہوئے۔''

﴿ ۲ ﴾

محبوبہ جو بیوی نہیں بن پاتی ہے اکثر داشتہ بن جاتی ہے۔
ایم ال اے جو منسٹر نہیں ہو پاتے سمیتی کے ممبر بنا دیئے جاتے......
اور فہیم الدّین شروانی کو ودھان سبھا اور ودھان پریشد کی سمیتیاں کچھ ایسی ہی لگتی تھیں۔ وہی خلخال کی زیبائش ......وہی جالیاں ......وہی چاند......بنگلہ موٹر اور حفاظتی دستہ......! اقتدار میں ان کی اسی طرح حصّہ داری تھی جیسی داشتاؤں کی موروثی جائیداد میں ہوتی ہے۔
سمیتیاں رنگ برنگ کی تھیں۔لوک لیکھا سمیتی ...... پراکلن سمیتی ......نویدن سمیتی ......دھیان آکرشن سمیتی ...... یاچیکا سمیتی ......پنچائیت سمیتی ......جن کلیاں سمیتی ...... اپکرن سمیتی ......گندی بستی سمیتی ......سکھ سویدھا سمیتی ...... پریاورن سمیتی ......کیندر سہائے سمیتی......آنترک سنسادھن سمیتی ......
سمیتی کی بھی اُپ سمیتیاں تھیں......اُپ سمیتی ایک......اُپ سمیتی دو......تین ...... چار......!
سمیتی کا کام تھا مقامی افسروں کے ساتھ اختلاط ......اس کے اختیارات وسیع تھے۔ یہ کسی بھی افسر سے اس کے کاموں کا لیکھا جوکھا مانگ سکتی تھی۔سمیتی کی شکائیتی رپورٹ پر افسروں کے جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔سمیتی ناز رفتار کے ساتھ اسٹیٹ کا دورہ کرتی......ایک دن میں چھ سو کیلو میٹر کا سفر اور سولہ نششتیں ......آٹھ روپے فی کیلو میٹر بھتہ ملتا اور اسٹیٹ کے باہر دس روپے فی کیلو میٹر......پچھلے دنوں ودھان سبھا کی نویدن سمیتی کی اُپ سمیتی ۲ مہاراشٹر اور گوا کے دورے پر تھی۔سمیتی نے بھابھا انوسندھان سنستھان ٹاٹا میموریل اسپتال اور انڈین کینسر انسٹی ٹیوٹ کا معاینہ فقط پندرہ منٹ میں کر لیا تھا اور پندرہ دنوں میں پانچ ہزار چھ سو اسی کیلو میٹر کا سفر طے ہوا تھا۔جن کلیان سمیتی اٹھارہ اپریل کو جہان نگری آئی اور لوٹ گئی لیکن تین ہزار پانچ سو کیلو میٹر کا سفر ''طے'' ہوا۔
سمیتی کا قیام ہمیشہ سرکٹ ہاؤس میں ہوتا اور ضیافتیں کسی محکمہ کے سر......سمیتی جانے لگتی تو بہ طور نذرانہ ایک ہزار کی رقم کا مطالبہ کرتی۔شروانی اس کو رنگ داری ٹیکس کہتے تھے جو سبھی دیتے۔اس سے معاملہ ٹھیک ٹھاک رہتا۔ ترقیاتی رپورٹ پر سمیتی چوں چرا نہیں کرتی تھی۔سائیٹ انسپکشن میں بھی جاتی تو مین میخ نہیں نکالتی۔کسی افسر کے خلاف عرضی پڑ جاتی تو سمیتی مزید ٹیکس لیتی۔پچھلی بار جن کلیان پدادھیکاری پھنس گئے تھے۔کسی نے

شکایت درج کرائی تھی کہ ہریجن لڑکوں کو جو اسکالرشپ ملتی ہے اس میں پانچ روپے کم دیئے جاتے ہیں اور دستخط پوری رقم پر لی جاتی ہے۔ سمیتی معاملے کی جانچ کرنا چاہتی تھی لیکن پدادھیکاری مہودئے نے فوراً چیرمین صاحب سے بھینٹ کر لیا تھا۔

اور فہیم الدّین شروانی جھنجھلا گئے ...... فیکس موصول ہوا کہ دھیان آکرشن سمیتی کی اُپ سمیتی ۲ آرہی ہے۔ ڈی ڈی سی کا بھی فون آگیا کہ اس بار ضیافتیں ان کے سر ہیں ......شروانی نے حساب لگایا ...... چیرمین ......ڈپٹی سیکریٹری ......دو ایم ال اے ...... اسٹونو ......حفاظتی دستہ ...... ڈرائیور......حالی محالی ......تقریباً بیس آدمیوں کی ضیافت اور گاڑیوں میں پیٹرول ......گویا دس ہزار کا خرچ ......!

اس بار رمیش یادو نے پمپ چیمبر کی مرمت کا کام دکھایا۔

شروانی ترقیاتی رپورٹ تیار کرنے میں لگ گئے۔ اس دن ایک سیاہ فام آدمی دھڑ دھڑاتا ہوا ان کے چیمبر میں گھسا۔

''آئی ایم رام چرتر پاسبان پی اے ٹو چیرمین دھیان آکرشن سمیتی ......!''

شروانی نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ اس کا کُرتہ جیب کے پاس پھٹا ہوا تھا اور کالر اندر کی طرف مڑا ہوا......اوپر کے دو تین بٹن کھلے ہوئے تھے اور کرتے کے پیچھے سے اس کی میلی بنیان جھانک رہی تھی۔

''میں چیرمین کا پی اے ہوں۔'' اس نے اپنی بات دہرائی۔

''فرمایئے!''

''کرپی چک میں چاپانل کا جو پلیٹ فارم بنا ہے اس میں چھڑ کی ماترا بہت کم ہے۔''

''میں جانچ کروں گا۔''

''جانچ تو سمیتی بھی کرے گی۔''

''کرسکتی ہے۔'' شروانی کا لہجہ خشک ہو گیا۔

''سمیتی پلیٹ فارم تڑوا کر دیکھے گی۔''

شروانی نے اس کو غور سے دیکھا۔ اس کے ہونٹ پر پھپھوندی جمی ہوئی تھی۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟'' شروانی ترش لہجے میں بولے۔

رمیش یادو چیمبر میں داخل ہوا۔

''پرنام سر!'' اس نے ہاتھ جوڑ کر رمیش یادو کو پرنام کیا۔

''یہاں کیا کر رہے ہیں مہاراج......؟''

''صاحب سے بھینٹ کے لئے آیا تھا......!'' وہ مسکرایا۔ پھر اس نے جیب سے ایک مڑا تڑا سا کاغذ نکالا۔

''چاپانل کے لئے عرضی ہے۔ کہاں دے دوں......؟''

''آفس میں دے دیجئے......''

وہ درخواست دینے اندر گیا تو شروانی رمیش یادو سے مخاطب ہوئے۔

''خود کو چمن لال چنچل کا پی اے بتاتا ہے......''

''لفندر ہے سالا...... میں اس کو جانتا ہوں۔''

''ہے کہاں کا......؟''

''چمن لال چنچل کے گاؤں کا ہے۔ ان کا جھاڑو برتن کرتا ہے۔''

''قاضی کے گھر کا چوہا بھی قاضی ہوتا ہے۔'' شروانی ہنسنے لگے۔

''ان کے گاؤں کا ہر آدمی پی اے ہے اور سب سالا کچھ نہ کچھ ڈیمانڈ کرتا ہے۔''

رام چرتر پاسبان عرضی دے کر پھر چیمبر میں آیا۔

''تنی ہم لوگ پر بھی دھیان دیں سر......ہم لوگ سماجک نیائے والے ہیں۔''

''ضرور......'' شروانی مسکرائے۔

''اب دیکھئے نہ......کرتہ ہی پھٹا ہوا ہے......'' اس نے ہنستے ہوئے جیب کی طرف اشارہ کیا۔ شروانی نے ایک لمحے کے لئے اس کو غور سے دیکھا پھر بولے۔

''شام کے وقت آیئے۔''

''بہت اچھا سر......! پرنام......!''

''پرنام!''

شروانی کو پنچ تنتر کی کہانی یاد آ گئی تھی۔

ایک ڈوم تھا۔ وہ راجہ کے خواب گاہ میں جھاڑو لگاتا تھا۔ ایک بار منتری نے گھر بھوج کیا۔ اس نے سب کو پوچھا ڈوم کو نہیں پوچھا۔ ڈوم بن بلائے منتری کے گھر پہنچ گیا۔ منتری کو بہت غصّہ آیا۔ اس نے ڈوم کو دھکے مار کر نکال دیا۔ ڈوم نے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ ایک دن راجہ کے خواب گاہ میں صبح صبح جھاڑو لگاتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''ہے ہے ہے......رانی منتری سے پھنسی ہوئی ہے......'' راجہ نے اس کی بڑبڑاہٹ سن لی۔ وہ منتری سے بددل ہو گیا۔ منتری عقل مند تھا۔ سمجھ گیا ڈوم کی کارستانی ہے کہ وہ راجہ کے خواب گاہ میں جھاڑو لگاتا ہے۔ منتری نے ڈوم کو بھر پیٹ بھوجن کرایا۔ ڈوم خوش ہو گیا۔ دوسرے دن جھاڑو لگاتے ہوئے وہ پھر بڑبڑایا ''ہے ہے ہے......راجہ شوچالیہ میں ککڑی

کھاتا ہے......''

راجہ نے ڈوم کی گردن پکڑ لی ''کیا بکتا ہے مردود......؟''

''چھما کیجئے مہابلی ......! مجھے بڑبڑانے کی عادت ہے...... پتہ نہیں کیا واہی تباہی بکتا ہوں ......'' راجہ سمجھ گیا کہ رانی والی بات بھی جھوٹی تھی۔ وہ منتری پر پھر مہربان ہو گیا۔

شروانی نے اس دن کھادی بھنڈار سے ایک جوڑا کرتہ پائجامہ منگوایا۔ رمیش یادو نے حیرت ظاہر کی۔

''اس کی کیا ضرورت تھی سر......؟''

شروانی کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اس کی پہنچ بیڈ روم تک ہے...... کہیں شوچالیہ میں ککڑی نہ کھلائے......!''

دوسرے دن شروانی سرکٹ ہاؤس پہنچے تو رام چرتر پاسبان نے دور سے ہی زوردار سلام ٹھوکا۔

وردی کا اثر ہے......شروانی سوچ کر مسکرائے۔

کچھ کھدر دھاری لابی میں جمع تھے۔ رام چرتر پاسبان مقامی لوگوں سے عرضی مانگ کر جمع کر رہا تھا۔ شروانی کے قریب آ کر بولا۔

''سر......! آپ کا معاملہ ایک دم فٹ ہے۔''

''وہ کیسے......؟''

''چیرمین صاحب کو میں نے بتایا کہ آپ اپنے ہی آدمی ہیں......''

''آپ سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا لیکن بینک منیجر صاحب گھیرے میں ہوں گے......''

''وہ کیوں......؟''

''لالہ ہیں اور خالی لالہ کا کام کرتے ہیں۔ دیکھئے! ان کے خلاف اتنی عرضیاں ہیں؟''

''یہ جنتا نے لکھی ہیں یا آپ نے لکھوایا ہے......؟''

رام چرتر ہنسنے لگا۔

''لیکن یہاں کا بی ڈی او بھی تو لالہ ہے......؟''

''وہ چیرمین صاحب سے بھینٹ کرتے رہتے ہیں۔''

''یعنی چیرمین چنگا تو کٹھوتی میں گنگا......؟''

''اب دریا میں رہ کر کوئی مگر مچھ سے بیر تو نہیں کر سکتا۔''

''جہاں سبھی مگر مچھ ہوں وہاں کیا بیر......؟''

پھر وہ رازدارانہ لہجے میں بولا۔

''سکریٹری صاحب سے بھینٹ کر لیجئے اور رپورٹ بھی ان کو دے دیجئے......''

''یعنی چھوٹا مگر مچھ......؟''

''ہا......ہا......ہا......''

کچھ افسر''بھینٹ'' کے لئے سکریٹری کے کمرے میں خود جا رہے تھے، شروانی نے اسسٹنٹ انجنیر کیلاش رائے کو اشارہ کیا اور میٹنگ ہال کی طرف بڑھ گئے۔

سمیتی تین ایم ال اے پر مشتمل تھی۔ ساتھ میں ایک خاتون بھی تھیں۔ خاتون نامزد ممبر تھیں۔ ان کا حسن سلونا تھا۔ ہونٹ جامنی تھے اور رخساروں پر پیشانی کے قریب پسینے کی ننھی ننھی بوندیں جمع تھیں۔ وہ بار بار اپنے ہونٹ بھینچ رہی تھیں جس سے ہونٹوں کی بالائی سطح بھیگی بھیگی لگ رہی تھی۔ لیکن جس منظر نے فہیم الدّین شروانی کو بے چین کیا وہ تھا خاتون کے شانوں سے آنچل کا بار بار سرک جانا......اور پھر ادائے خاص سے اسے سنبھال لینا......رہ رہ کر شروانی کی نظر اس طرف چلی جاتی۔ ایک بار دونوں کی نگاہیں ملیں......خاتون نے جھک کر ساری کا پائچہ درست کیا...... آنچل پھر ڈھلک گیا جسے انہوں نے فوراً نہیں سنبھالا......ایک بار گردن جھکا کر ڈھلکا ہوا آنچل دیکھا اور ہونٹ بھینچے جس سے بالائی سطح کچھ اور بھیگ گئی اور شروانی کو لگا جیسے وہ ندی کنارے گیلی ریت پر کھڑے ہیں......

گاج واقعی بینک کے منیجر پر گری۔ چمن لال چنچل نے سوالوں کی بوچھار کر دی اور عرضیوں کا پلندہ دکھایا۔

''آپ دلت اور پچھڑی جاتی کا کام نہیں کرتے ہیں......دیکھئے......آپ کے خلاف اتنی عرضیاں......؟''

منیجر چپ رہا۔

''انکوائری سٹ اپ کرا دوں......؟''

دوسرے افسروں کی بھی تھوڑی بہت کھینچائی ہوئی۔ لیکن آر ای او کے ایگزیکٹو انجنیر نشانہ بنے۔ طے ہوا کہ سمیتی اگلے دن سائٹ انسپیکشن کرے گی۔ شروانی سے کچھ پوچھا نہیں گیا۔ ہدایت ملی کہ میٹنگ کے بعد ملیں۔

میٹنگ کے بعد شروانی چیرمین کے کمرے میں گئے تو خاتون موجود تھیں۔

''ایک سمسیا ہے انجنیر صاحب......!'' چمن لال چنچل ان سے مخاطب ہوا۔

''سر......''

''میڈم کے فلیٹ میں پانی نہیں ملتا ہے۔'' چنچل نے خاتون کی طرف اشارہ کیا۔

''میرے آنگن میں چاپانل لگا ہوا ہے۔ میں اس کا پانی چھت پر چڑھانا چاہتی ہوں۔''

خاتون شروانی سے پہلی بار مخاطب ہوئیں۔

''میں دیکھ لوں گا۔آپ پتہ نوٹ کرادیں۔''

''۳۷ پٹ وردھن روڈ......آپ انسپیکشن کرلیں......!''

شروانی نے پتہ نوٹ کیا اور آداب کہتے ہوئے باہر آئے

گویا دس ہزار کا مزید خرچ......شروانی نے سوچا......کم سے کم ہاف ایچ پی کا پمپ لگے گا اور پائپ الگ......

''میٹنگ کیسی رہی سر......؟'' رام چرتر پاسبان نے پوچھا۔

''آپ نے معاملہ پہلے ہی فٹ کردیا تھا......!''

خاتون کمرے سے باہر آئیں۔شروانی ادھر دیکھے بغیر نہیں رہ سکے۔شروانی کو ان کی چال میں موسیقی کا احساس ہوا۔

کولہوں میں مدھم مدھم سی تھرکن اور شاخ گل کی طرح آہستہ آہستہ ہلتی ہوئی کمر......

''یہ کون ہیں......؟''

رام چرتر نے انگلیوں سے دائرہ سا بنایا......ایک آنکھ دبائی اور ہنس کر بولا

''نتھنیاں پہ گولی مارے......!''

☆ ☆ ☆

سرکاری دفتروں کا م''سماج وادی'' ہے......!

منسٹر سے لے کر چپراسی تک سبھی ایک ڈور سے بندھے ہیں جس کی کھنک نقرئی ہے۔یہ بالترتیب سب کے حصّے میں آتی ہے۔نقرئی کھنک میں اگر فرق آتا ہے تو بندھن ٹوٹنے لگتے ہیں......رشتوں میں تناؤ پیدا ہوتا ہے......ایک دوسرے پر الزام عائد ہوتے ہیں......تھانے میں سانحہ درج کرانے کی نوبت آتی ہے۔

فہیم الدّین شروانی کا اصول تھا جو آسانی سے ملے لے لو......زیادہ ہاتھ پاؤں نہیں مارو......پھنس جاؤ گے......جیسے پشو پالن والے پھنس گئے کہ اسکوٹر پر بھینس ڈھوتے تھے......یہ حماقت ہے......بھینس ہمیشہ ٹرک پر ڈھونا چاہئے......ڈھلائی کا در بڑھا سکتے ہو یوں بھی سرکاری کام دگنے خرچ پر ہوتے ہیں۔سو روپے کا کام چار سو میں ہوسکتا ہے لیکن ایسا نہیں کہ کام ہوا نہیں اور بل بن گیا۔جانچ ہوگی تو انکوائری افسر بھی لے گا......جو کمایا اس کی نذر ہو گیا۔

شروانی سے کوئی شکایت کرتا کہ مستری چاپانل کے پرزے بیچ رہا ہے تو وہ مسکراتے......

''یہ نہیں دیکھو کہ مستری کیا بیچ رہا ہے......یہ دیکھو وہ کیا لگا رہا ہے......؟ وہ اگر ایک پرزہ بیچتا ہے اور دوسرا لگاتا ہے تو وہ کام کررہا ہوتا ہے......!''

شروانی کے نزدیک ایماندار وہ ہے جو پیسے لے کر کام کردیتا ہے......جو پیسے بھی لے اور کام نہیں کرے وہ بے

ایمان ہے......ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا چاہئے......لیکن رمیش یادو نے انہیں ال بائی تھری کا فارمولا دیا تو وہ چونکے بغیر نہیں رہ سکے......

دراصل گاؤں میں واٹر سپلائی اسکیم ہر جگہ بیمار پڑی تھی۔ بجلی نہیں رہتی تھی جس سے پمپ نہیں چلتا تھا اور کہیں نل میں پانی میسر نہیں تھا۔ تنگ آ کر لوگوں نے جگہ جگہ سے پائپ اکھاڑ لئے تھے۔ سارا زور چاپا نل پر تھا۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں چاپا نلوں کی تعمیر ہوتی اور ہر سال ان کی مرمت بھی ہوتی۔ محکمے کے افسر کو اختیار نہیں تھا کہ جہاں چاہے نلوں کی تعمیر کرائے اور جسے چاہے مرمت کرائے۔ سیاسی نمائندے یہ فیصلہ کرتے کہ نل کہاں لگیں گے۔ ابھی بھی کچھ گاؤں ایسے تھے جہاں ایک بھی سرکاری نل نہیں تھا۔ یہ وہی گاؤں تھے جہاں ایم ال اے کا کوئی ووٹر نہیں تھا۔

ایسے چاپا نل جن کی جالی کچھ دنوں میں جام ہو جاتی تھی بے کار ہو جاتے تھے۔ انہیں اکھاڑ کر از سرِ نو لگایا جاتا تھا۔ اکثر پائپ بھی بدلنا پڑتا۔ ماہ اپریل میں ہر سال بند چاپا نلوں کی فہرست بنائی جاتی۔ فہرست کے مطابق ہی سالوں بھر مرمت کا کام ہوتا۔

رمیش یادو نے کرپی چک میں بند نلوں کی جو فہرست دی اس میں سو کی تعداد ایسے نلوں کی تھی جو چالو تھے لیکن گذشتہ دو سالوں سے بند کی فہرست میں تھے۔ رمیش یادو چاہتا تھا پہلے ان کی مرمت کا بل بنائے......ایک چاپا نل کی مرمت کا تخمینہ پانچ ہزار تھا......گویا سو نلوں کی مرمت کی رقم پانچ لاکھ ہوئی جس کا ال بائی تھری......یعنی ایک آدمی کے حصّے میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار......

''اس میں رسک ہے......''

''کوئی رسک نہیں ہے سر......فہرست تو پہلے سے بنی ہوئی ہے اور ہیڈ کوارٹر میں بھی درج ہے......'' اسسٹنٹ انجنیر نے سمجھایا۔

''خرچ بہت ہے سر......ایم ال اے ......ایم پی......منسٹر......!''

شروانی نے اور جگہوں کی بھی فہرست چیک کی۔ یہ معاملہ ہر جگہ نہیں تھا۔

اس وقت ایک فیکس موصول ہوا ''مکھ منتری حسن گنج جل مینار کا شلا نیاس کریں گے......۴ستمبر بہ وقت دس بجے دن......''

شروانی حیران ہوئے۔ حسن گنج میں کوئی واٹر سپلائی اسکیم نہیں تھی......پھر یہ ٹاور کہاں سے آ گیا......؟ کیسا جل مینار......؟ آخر کہاں ہوگا شلا نیاس......کس زمین پر......؟

شروانی نے دفتر میں معلوم کیا کہ ایسی کوئی اسکیم بن کر گئی تھی یا نہیں......جواب میں نفی ملا۔ ہیڈ کوارٹر فون لگایا۔ وہاں

بھی لاعلمی ظاہر کی گئی۔ رمیش یادو نے کہا کہ بات سی ایم کی ہے۔شلا نیاس کے لئے چاندی کی کھرپی اور کڑھائی ضروری ہے۔ان کے ساتھ قافلہ ہوگا اور حسن گنج کملیش درپن کا نرواچن چھیتر بھی ہے......کم سے کم دوسو آدمیوں کا بھوج...... پچاس ہزار روپے خرچ ہوں گے......!

شروانی چڑھ گئے......سالا......! ہمیشہ گودا نکالنے کے چکر میں رہتا ہے......ٹن ٹن سڑپ...... بہانہ ملا نہیں کہ پیشگی رقم کی عرضی دی......!

''سی ایم کس ٹاور کا شلا نیاس کریں گے ......؟ کیا زمین دیکھی گئی ......؟ فاؤنڈیشن کا ڈیزائن ہوگیا......؟ آخر چاندی کی کھرپی سے سیمنٹ اور گٹی کہاں گرائیں گے......؟''

کیلاش رائے نے مشورہ دیا کہ ڈی ایم سے بات کی جائے......وہ سی ایم کے نزدیک ہیں ......! شروانی کو مشورہ معقول لگا۔وہ ڈی ایم سے ملنے اس کی کوٹھی پر گئے ......!

لفظوں کی بھی اپنی کیفیت ہوتی ہے......

دھاکڑ......درگج......دھرندر......دقاق......!

یہ الفاظ جس کیفیت کو جنم دیتے ہیں ڈی ایم کی شخصیت وہی احساس جگاتی ہے......! وہ دھاکڑ ہے......درگج ہے...... دھرندر ہے......دقاق ہے......!

سی ایم سے اس کا سیدھا رابطہ ہے۔وقتاً فوقتاً وہ ان سے بھینٹ کرتا رہتا ہے اور سیاست دانوں کو خاطر میں نہیں لاتا ......!

جہان نگری میں ترقیاتی کاموں کے لئے فنڈ ملتے ہی رہتے ہیں۔یوں بھی یہ علاقہ دہشت گردی سے متاثر ہے۔ اس لئے نئی نئی اسکیم منظور ہوتی رہتی ہے۔ڈی ایم نے ترقیاتی کاموں کا جال بچھا رکھا ہے......اسکول بھون ...... پنچائت بھون ......اندرا آواس ......سینٹری ویل ......پوکھرا......ٹیوب ول ......پلیا......چھلکا......سڑک......وہ ٹھیکہ داروں سے کام نہیں لیتا......سبھی کام محکمے کی سطح پر ہوتے ہیں......جونیر انجنیر ......وی ایل ڈبلو......مکھیا......سر پنچ......بی ڈی او......اس ڈی او......سی او......ڈی ڈی سی......سبھی کی زنجیر اس کے ہاتھ میں ہے اور زنجیر کی کھنک نقرئی ہے......

الاٹمنٹ......دو پرسنٹ

سپلائی......دس پرسنٹ

ڈپارٹمنٹل ورک......دس پرسنٹ

وہ کہیں بی ڈی او سے سی او کا کام لیتا ہے کہیں سی او سے بی ڈی او کا......اسکول کی چھت گری تو اس نے جونیر انجنیر کو بند کر دیا۔ پلیا ٹوٹ گئی تو آر ای او کے ایکزکیٹیو انجنیر گھیرے میں آ گئے۔ پوکھرا سوکھ گیا تو بی ڈی او کو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑا۔لیکن ڈی ایم غیر مفتوح ہے......اس کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ساکچھرتا ابھیان میں اس سال دو کروڑ روپے ملے ہیں۔ڈی ایم نے پچیس لاکھ کی سلیٹ خریدی ہے۔وہ گھر گھر سلیٹ بٹوائے گا ......چٹائی اور لالٹین بھی......ڈی ایم بھاشن بھی زوردار کرتا ہے۔

''گرامین بھائیو!

یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ جو آدمی پڑھا لکھا نہیں ہے وہ بیوقوف ہے۔نرکچھر بھی گیانی ہو سکتا ہے ۔اگر وہ سماج کے نرمان میں سہایک ہو۔آپ کے پاس سوچنے کی صلاحیت ہے۔فیصلہ کرنے کی سوجھ بوجھ ہے۔آپ میں ایک ہی بات کی کمی ہے وہ ہے اکچھر گیان......

غریب اور کمزور طبقے کے لئے چلائے جا رہے پروگرام اس لئے بھی ناکام ہو جاتے ہیں کہ غریبوں کو ان کا پتہ نہیں چلتا۔اس لئے بھائیو! یہ ضروری ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا سیکھیں......!

''

کملیش درپن کو اسی بات سے چڑھ ہے......سالے! نیتا کیوں بنتے ہو......؟ افسر ہو......افسر رہو......!

کملیش درپن......!

لومڑ......گھامڑ......تھیتھر......لڑبھس......!

کملیش درپن پہلے ٹھیکہ دار تھا۔وہ کرمچٹ ڈیم میں مٹّی بھرائی کا کام کرتا تھا۔اچانک سیاست میں آ کودا اور حسن گنج سے ایم ال اے منتخب ہوا۔ڈی ایم پہلے ایم ڈی تھا......چمڑا وکاس نگم کا مینیجنگ ڈائرکٹر......! ان دنوں کملیش درپن چمڑا وکاس نگم کا چیرمین تھا......وہ ڈی ایم سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ فرمائش کرتا رہتا تھا۔کمبل، چادر، تکیہ، بالٹی، کھانے کے برتن، کراکری......ایم ڈی عاجز تھا۔چیرمین کو اس بات کا قلق تھا کہ وہ ودیش نہیں جا سکا۔اسٹیٹ میں ایک سوتیس منتری تھے۔آدھے سے زیادہ ودیش کا دورہ کر چکے تھے۔چیرمین کو خدشہ تھا کہ اگر سرکار الٹ گئی تو موقع نہیں ملے گا ۔وہ امریکہ کے تجارتی میلے میں شریک ہونا چاہتا تھا۔اس نے ٹی اے کی پیشگی رقم مانگی لیکن قانون اجازت نہیں دیتا تھا۔ڈی ایم نے کھونچڑ لگایا اور چیرمین نے تھپڑ لگایا۔ڈی ایم بھی تھا دھاکڑ......اس نے چیرمین کے بال پکڑے اور جوتے سے پٹائی کر دی۔ایم ڈی کا کہنا ہے کہ اس نے چیرمین کو چیرمین کے جوتے سے پیٹا۔دراصل چیرمین ان دنوں وکاس نگم کے جوتے پہنتا تھا اور سودیشی مال پر زور دیتا تھا۔

اس مار پیٹ کو لے کر کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ اس واقعہ کو سیاسی رنگ دینا مشکل تھا۔ چیرمین ذات کا ملاح تھا......ایم ڈی بھی ملاح تھا۔ ملاح نے ملاح کو پیٹا......بیک وارڈ نے بیک وارڈ کو......اعلیٰ کمان خوب ہنسے......جات ہی جات کا دشمن ہے رے بھیا...... ہو......ہو......ہو......ہو......!

ایم ڈی کا تبادلہ ہو گیا۔ وہ جہان نگری کا ڈی ایم ہو گیا۔ کملیش درپن خوش نہیں ہوا۔ اس کا انتخابی حلقہ جہان نگری میں پڑتا تھا۔ ایسے ڈی ایم کو وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ اس کا وہاں سے تبادلہ ہو لیکن کملیش درپن ورودھی دل کا تھا۔ سی ایم نے ایک نہیں سنی۔

ایک بار پھر دونوں میں بھڑنت ہوئی......

جہان نگری کے وارڈ نمبر سولہ کی سڑک بن کر تیار ہوئی۔ یہ کام ضلع وکاس یوجنا سے ہوا تھا۔ اس مین ایم ال اے کوٹا کا دخل نہیں تھا۔ یہ سڑک وارڈ نمبر سولہ کو اسپتال سے جوڑتی تھی۔ ڈی ایم سڑک کا اُدگھاٹن کرنا چاہتا تھا۔ کملیش درپن کو یہ منظور نہیں تھا۔ یہ کام وہ خود کرنا چاہتا تھا۔ سیاسی رہنما کا یہ حق ہے۔ اسکول کالج سڑک اسپتال کا سنگ بنیاد رکھنا یا نقاب کشائی کرنا۔ اس طرح یہ عوام کو نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن ڈی ایم نے کارڈ پر اپنا نام چھپوایا اور نقاب کشائی کر دی۔ کملیش درپن کو معلوم ہوا تو دل بل کے ساتھ پہنچا۔ ساتھ میں ایم سی سی کے جوان بھی تھے۔ ہاتھ میں اے کے ۴۷ رائیفلیں بھی تھیں۔ ڈی ایم اس وقت سیکیوریٹی فورس کے ساتھ واپس اپنی کوٹھی پر آ گیا تھا......

بھیڑ نے صلیب اکھاڑ پھینکا جو جو سڑک کے کنارے نصب تھا اور جس پر اُدگھاٹن کرتا کے روپ میں ڈی ایم کا نام کندہ تھا۔ کملیش درپن نے نعرہ لگایا۔

''ڈی ایم کی ایک دوائی

لتم جتم اور پٹائی''

ڈی ایم نے سنا تو اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ رینگ گئی......''اچھا بچو! اگر الیکشن تک رہ گیا تو حسن گنج میں سی آر پی بھر دوں گا اور کاؤنٹنگ کے وقت خود موجود رہوں گا......''

کملیش درپن سے ابھی تک شروانی کی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ پچھلی کسی بھی میٹنگ میں وہ شریک نہیں ہوا تھا۔ وہ زیادہ تر راجدھانی میں ہی رہتا تھا۔ ایک بار جہان نگری کسی کام سے آیا بھی تھا تو شروانی نہیں تھے۔ شروانی اس سے ملنے میں کترا بھی رہے تھے۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ٹوتھ پیسٹ تک مانگتا ہے......

لیکن بکرے کی ماں بہت دنوں تک خیر نہیں مناتی......

شروانی ڈی ایم سے ملے۔ وہ خوب ہنسا۔ اس نے سی ایم کے پرسنل سکریٹری کو شروانی سے ایک خط لکھوایا کہ حسن

گنج میں ایسی کوئی جلا پورتی یوجنا نہیں ہے جس میں جل مینار کا پراودھان ہو۔ مانیہ مکھ منتری کے کاریہ کرم میں جل مینار کا شلا نیاس غلطی سے جڑ گیا ہے جس میں سدھار آوشیک ہے۔ کرپیا شلا نیاس کا کاریہ کرم ردّ کرنا چاہیں گے۔ یوجنا منظور ہونے پر سوچت کیا جائے گا۔

ڈی ایم نے تاکید کی کہ اس کی نقل وبھاگ کے منتری اور چیف انجنیر کو بھی دی جائے۔

شروانی دفتر آئے۔فوراً چٹھی ٹائپ کروائی اور چیف آفس پہنچے۔

وہاں افراتفری مچی تھی۔ چیف انجنیر کے چمبر میں جن کلیان منتری کا قبضہ ہو گیا تھا۔منتری کے گرگے چیف انجنیر کا چمبر خالی کروا رہے تھے۔عملہ اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا۔کوئی کرسی اُٹھا رہا تھا۔کوئی الماری گھسیٹ رہا تھا۔ چیف انجنیر اب ہال میں اسسٹنٹ کے ساتھ بیٹھیں گے...... بیچ میں پلائی ووڈ کی دیوار ہوگی۔

شروانی کے لئے مشکل ہو گئی کہ شلا نیاس والی چٹھی کس کو دیں......؟ بہتر یہی سمجھا کہ پہلے منتری سے بات کر لی جائے......

شروانی منتری کے دفتر آئے۔ ایک ہلچل سی مچی۔ پی اے نے کرسی پر پہلو بدلا۔عملہ گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ چپراسی نے دانت نپوڑے۔

شروانی نے آنے مقصد بتایا تو پی اے نے سگریٹ کا لمبا کش لگایا۔

''منتری جی ویست ہیں۔''

''آپ چٹھی تو لے لیں......'' شروانی نے جیب سے چٹھی نکالی۔

اچانک پی اے کو احساس ہوا کہ گرمی بہت ہے......ٹھنڈا پینا چاہیئے۔

''کولڈ ڈرنک لاؤ......'' اس نے چپراسی کو حکم دیا۔

شروانی سمجھ گئے یہ فرمان ان کے لئے ہے...... پی اے کو کولڈ ڈرنک چاہیئے ورنہ منتری مہودے ویست رہیں گے۔

شروانی نے جیب سے پچاس کا نوٹ نکالا۔ چپراسی نے پہلے پی اے کو دیکھا پھر شروانی کو۔

''فہیم الدّین شروانی ......! ایگزیکٹو انجنیر ......؟ پچاس سے کیا ہوگا ......؟ سو کے نوٹ نکالو!''

شروانی نے پچاس کا دوسرا نوٹ نکالا۔ پی اے چٹھی لے کر منتری کے چیمبر میں گیا۔تھوڑی دیر بعد بلاہٹ ہوئی۔ وہاں کملیش درپن بھی موجود تھا۔اس نے شروانی کو حقارت سے دیکھا۔

''آپ ہی ایگزیکٹو انجنیر ہیں......؟''

''جی ہاں''

''آپ بھینٹ ملاقات نہیں کرتے ہیں؟''

''معاف کیجئے گا......امیں نے آپ کو پہچانا نہیں......؟''

کملیش درپن آگ بگولہ ہو گیا۔

''آپ ہوش میں ہیں......؟ آپ کس سے بات کر رہے ہیں آپ کو پتہ ہے......؟''

''آپ اپنے چھیتر کے ودھایک کو نہیں جانتے تو کام کیا کیجئے گا......؟''منتری غرّایا۔

''پہچانے گا ان کا بھوت......!میں دوائی کر دیتا ہوں!''

''کیا نام ہے......؟''منتری نے پوچھا۔

''فہیم الدّین شروانی!''

''اس سے پہلے کہاں تھے......؟''

''رام گڑھ!''

''یہاں کب آئے؟''

''ایک ماہ ہوا۔''

''بھینٹ ملاقات کرنا چاہئے......!''

''یہ کیا بھینٹ کریں گے......؟ شلا نیاس کا سمئے آیا تو چلے ردّ کرانے ...... ! کیوں ہوگا ردّ......؟''

''یوجنا منظور نہیں ہے۔''

''یوجنا منظور نہیں ہے تو دوش میرا ہے کیا......؟ آپ لوگ نکمّے ہیں۔ایک یوجنا نہیں بنا سکتے......میرا تو جنتا سے وعدہ ہے کہ پائپ کا پانی ملے گا...... بتائے......! میرے وعدے کا کیا ہوگا......؟''

چپراسی تھمس اپ کی بوتل لے آیا۔

''منتری مہودے......! کرپیا ان کو میرے چھیتر سے ہٹائیں...... جو آدمی مجھے پہچانتا نہیں وہ میرا کام کیا کرے گا......؟''کملیش درپن کے لہجے میں حقارت تھی۔

''جایئے......شلا نیاس کی تیاری کیجئے......!''منتری بھی حقارت سے بولا۔

شروانی باہر آئے۔لابی میں رام چرتر پاسبان مل گیا۔وہ شروانی کو دیکھ کر کھل گیا۔

''پرنام سر......!''

''پرنام......''

''سی ایم آ رہے ہیں سر۔''

''یہی تو پریشانی ہے۔''

''کوئی پریشانی نہیں ہے سر......ہم لوگ ہیں......!''

شروانی نے اپنی مشکل بتائی۔

''کملا بابو سے ملیئے۔''

''کون کملا بابو......؟''

''سی ایم کے پی اے ہیں۔''

''میں نے ان کے نام بھی چٹھی لائی ہے......!''

''پھر کیا دقت ہے سر......؟ چلیئے! میری جان پہچان ہے۔''

شروانی خوش ہو گئے۔

''آپ کی سیوا کے لئے ہم لوگ حاضر ہیں۔'' رام چرتر مسکرایا۔ وہ اس وقت شروانی کو جٹایئو کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اسی لباس میں تھا جو شروانی نے اس کے لئے منگوایا تھا۔

''ڈریس تو آپ نے سلوا دیا۔ لیکن چپّل ہی ٹوٹی ہوئی ہے......!''

''آ جائے گی......!'' شروانی خوش دلی سے بولے

وہ جیپ کی طرف بڑھے تو رام چرتر پاسبان اچھل کر آگے کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ شروانی کو اس کا اس طرح آگے بیٹھ جانا اچھا نہیں لگا۔ لیکن وہ خاموش رہے۔

سی ایم سکریٹریٹ میں کام آسانی سے ہو گیا۔ پی اے بھلا مانس تھا۔ چٹھی پڑھ کر کملیش درپن کو برا بھلا کہنے لگا۔

''یہ کملیش درپن کی سازش ہے۔ ورودھی دل کا آدمی ہے۔ سی ایم کو بے عزّت کرنا چاہتا ہے۔ جب یوجنا منظور نہیں ہے تو کیسا شلانیاس......؟''

پی اے کے روّیے سے شروانی کو قدرے اطمینان ہوا۔

وہاں سے نکلے تو رام چرتر نے پھر چپّل کی مانگ کی۔ شروانی نے ایک دکان کے قریب جیپ رکوائی۔ لیکن فٹ پاتھ کی دکان اس کو پسند نہیں آئی۔

''لبرٹی شوز......''

''لبرٹی......'' شروانی مسکرائے۔

رام چرتر نے لبرٹی کی چپّل میں پاؤں ڈالا تو باہر نہیں نکالا۔ پرانی چپّل پیک کروائی۔ لیکن پیچھا پھر بھی نہیں چھوٹا۔ ایک اسٹال پر رک کر اس نے مرنڈا پیا۔ پان کھائے اور کرائے کے پیسے بھی لئے اور پھر جاتے جاتے یاددہانی کرائی۔

''کمد چگانی جی نے آپ سے کچھ کہا تھا۔''

شروانی کو یاد آیا ان کے فلیٹ میں پانی نہیں مل رہا ہے۔

''آپ راجدھانی آئے ہیں تو ان سے مل لیں ورنہ شکایت ہوگی......!''

''اچھی بات ہے......!'' شروانی بولے اور جیپ آگے بڑھائی......

﴿۴﴾

مسز کمد چگانی کی زندگی میں سیاست اور سیکس آپس میں گڈ مڈ ہو گئے تھے۔ ہم بستری کے دوران ان کی نگاہوں میں اکثر سیاسی منظر ابھرنے لگتے ...... وہ کبھی ودھان سبھا سے گذرنے لگتیں کبھی راجیہ سبھا سے اور کبھی کبھی کسی سیاست داں کے بیڈروم سے ......

غریب ریلی کے دن جب ہوٹل چانکیہ کے کمرے میں چمن لال چنچل سے ہم بستر تھیں تو ہوٹل کا کمرہ آہستہ آہستہ ایک خوب صورت بیڈروم میں بدل گیا تھا۔

فرش پر ساڑھے تین کروڑ کی رقم بکھری پڑی تھی۔ ایک سفید پوش بستر پر اوندھا پڑا تھا۔ مسز چگانی نے اس کو پہچاننے کی کوشش کی لیکن اس کا چہرہ نوٹوں سے ڈھکا تھا اور ستر کھلے تھے۔ انہوں نے جھک کر نوٹوں کے بنڈل سے پانچ سو کا ایک کرنسی نوٹ باہر کھینچا۔ اس کو سگریٹ کی طرح رول کر ہونٹوں سے دبایا۔ بایاں پاؤں سفید پوش کے کولہے پر ٹکایا اور کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئیں ...... اچانک سفید پوش کے جسم میں حرکت ہوئی ...... اس نے زوردار نعرہ لگایا ...... ''لوک تنتر کا ہنن ......'' اور اُٹھ کر ایک ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور انگلیوں سے وکٹری سائن بنائی ...... مسز چگانی نے اس کو پہچان لیا۔ وہ پہلے کانگریس میں تھا اب اس نے الگ پارٹی بنا لی تھی، مسز چگانی نے سگریٹ رول کا ایک سرا کٹری کی ''وی'' میں پھنسایا اور آنکھیں بند کر لیں۔

سفید پوش مستقل نعرے لگا رہا تھا اور مسز چگانی کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو رہی تھی ...... جسم حرکت کر رہا تھا ...... سانسیں تیز چل رہی تھیں ...... اور پھر غیر ہموار سانسوں کے درمیان چمن لال چنچل کے بازوؤں کو انہوں نے زور سے گرفت میں لینے کی کوشش کی اور ان کے منھ سے گھٹی گھٹی سی چیخیں نکلیں ''لوک تنتر کا ہنن ...... دیش کی اکھنڈتا کو خطرہ ...... خطرہ ...... خطرہ۔''

''کمد جی ......! آپ میٹنگ میں نہیں ہیں؟''

''کمد جی ......! یہ سرکٹ ہاؤس ہے ......!''

مسز چگانی نے آنکھیں کھولیں ...... ایک بار چمن لال چنچل کی طرف دیکھا اور پھر دور خلاء میں تکنے لگیں۔

ہمیشہ یہی ہوتا تھا......ان کی فنٹاسی کسی نہ کسی سیاسی نعرے پر ختم ہوتی۔ دراصل سیاسی نعروں کا ان کے جذبات سے وہی رشتہ تھا جو فحش کلمات کا جنسی فعل سے ہوتا ہے۔ یہ نعرے ان کو مشتعل کرتے، سیکولرزم، قومی ایکتا، سماج واد، غریبی ہٹاؤ، دیش کی اکھنڈتا کو خطرہ، لوک تنتر کا ہنن اور سماجک نیائے جیسے الفاظ کان میں سہرن پیدا کرتے۔ مسز چگانی کو لگتا جیسے رہ نما اپنے پرائیوٹ پارٹ دکھا رہا ہے اور جب پُر جوش لفظوں میں وہ بھرشٹا چار کے خلاف باتیں کرتا کہ ''نہیں چلے گا بھرشٹا چار......بھرشٹا چار مٹانا ہے نیا دیش بنانا ہے......'' تو مسز چگانی کو وہ ایک دم ننگا نظر آتا......فنٹاسی ان پر غالب ہونے لگتی......نظروں میں بیڈ روم کے مناظر ابھرنے لگتے۔

یہ کہنا غلط ہوگا کہ مسز چگانی ازار بند کی ڈھیلی تھیں۔ چمن لال چنچل سے جسمانی تعلقات کی وجہ جنسی کشش نہیں تھی۔ یہ تعلقات سیاسی معاہدے کی طرح تھے......مثلاً بی جے پی، سمتا یا کانگریس، جنتا دل یا بی ایس پی کانگریس گٹھ بندھن کی طرح جس کی کوئی مشترکہ آئیڈیالوجی نہیں تھی......کوئی مینی فیسٹو نہیں تھا...... بلکہ مقصد تھا اقتدار...... مسز چگانی بھی اقتدار کی سیڑھیاں چڑھنا چاہتی تھیں جس کے لئے کہیں نہ کہیں گٹھ بندھن ضروری تھا۔ فی الحال وہ چمن لال چنچل کے ساتھ ہوگئی تھیں۔ چمن لال چنچل لوک لیکھا سمیتی کا چیر مین تھا اور اعلیٰ کمان کا مشیر بھی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس بار الیکشن میں ان کے لئے ٹکٹ کی سفارش کرے گا۔

مسز چگانی اپنی شادی شدہ زندگی سے مطمئن تھیں۔ مسٹر چگانی اگری کلچر کالج میں اینمل ہسبنڈری کے لکچرر تھے اور سی۔ ایم کے نجی فارم کے صلاح کار بھی۔ ان کی دیکھ ریکھ میں سی ایم نے کاؤ شیڈ کا ایکسٹنشن کیا تھا۔ چالیس پچاس مویشی کے لئے قریب سوفٹ شیڈ کی توسیع ہوئی تھی۔ جس میں ایک ویپر لیمپ اور ڈھائی ٹن کے چار ونڈو ٹائپ ائرکنڈیشنز لگے تھے۔ مسٹر چگانی جب بھی سی۔ ایم ہاؤس آتے یہ شکایت ضرور کرتے کہ پیسی کلچر (Pesi Culture) اب ختم ہوگیا ہے اور اس کی جگہ کنزیومر کلچر نے لے لی ہے۔ یہ سلسلہ ۸۵ کے عشرے سے ہی شروع ہوگیا تھا۔ جب گورنر نے پہلی بار اپنی کوٹھی کے پائیں باغ کے پیڑ کٹوائے تھے اور اس کو فارم میں بدل دیا تھا۔

باغ کے اس حصّے میں پالٹری فارم بن گیا تھا اور بیچو بیچ مچھلیوں کا تالاب......باقی حصّے میں سبزیاں اُگائی جاتی تھیں۔ تب سے یہ چلن عام ہوگیا تھا اور دیکھتے دیکھتے منسٹر اور اعلیٰ حکام کے سرکاری بنگلے، فارم اور مرغی خانے میں تبدیل ہوگئے تھے۔ سینچائی منتری تو بٹیر بھی پالتا تھا اور کلکتہ میں بیچتا تھا اور ہر سال تالاب کی نیلامی کرواتا۔ کبھی کبھی فارم کی مچھلیاں اور بٹیر مسٹر چگانی کے حصّے میں بھی آجاتے تھے۔ مسٹر چگانی بٹیر نہیں کھاتے تھے لیکن مسز چگانی منسٹر کا تحفہ سمجھ کر بہت شوق سے بٹیر کے کباب لگاتی تھیں۔

مسز چگانی اپنی ازدواجی زندگی سے خوش تھیں۔ مسٹر چگانی ان کی سیاسی زندگی میں دخل نہیں دیتے تھے۔ صرف ایک بات ان کے لئے تکلیف دہ تھی......اور وہ مسٹر تھی چگانی کی ہنسی......!!

مسٹر چگانی دو طرح سے ہنستے تھے۔ ایک ہنسی تھی دھیش ش ش...... دھیش ش ش...... جیسے ٹیوب سے ہوا خارج ہوتی ہے......اس طرح ہنسنے میں ان کا دہانہ کھل جاتا اور سامنے کے دو تین دانت نمایا ہو جاتے اور دھیش ش ش...... کی آواز کے ساتھ منھ سے ہوا بھی نکلتی......مسز چگانی کو بہت کراہیت محسوس ہوتی۔ ان کو لگتا مسٹر چگانی ہنس نہیں رہے ہیں منھ سے ریاح خارج کر رہے ہیں......ان کو اپنے پرکھنڈ کا بی ڈی او یاد آجاتا جو اسی طرح دھیش ش ش کی آواز نکالتا تھا جو ہر روزگار یوجنا میں اس نے کافی پیسے بنائے تھے۔ اس کو بدہضمی کی شکایت رہتی تھی اور پیٹ ہمیشہ پھولا رہتا۔ وہ بات بات پر ڈکار لیتا۔ دھیش ش ش...... دھیش ش ش......مسز چگانی جب کوئی سیاسی نکتہ بیان کرتیں تو مسٹر چگانی بہ ظاہر ان کی بات غور سے سنتے تھے لیکن کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے منھ سے دھیش ش ش......کی آواز نکال کر چپ ہو جاتے۔ مسز چگانی چڑھ جاتیں۔

ان کی ایک اور ہنسی تھی......قیں قیں والی...... یہ بہت مخصوص ہنسی تھی، جو صبح صبح اخبار بینی کے وقت ان کے منھ سے نکلتی یا جب وہ کوئی لطیفہ بیان کرتے یا فقرہ کستے تو اسی طرح ہنستے تھے۔ اس طرح ہنستے ہوئے ان کا دہانہ پورا کھل جاتا، زبان نمایاں ہو جاتی، آنکھیں بند رہتیں اور جسم زور زور سے ہلنے لگتا اور حلق سے مسلسل قیں قیں کی آواز نکلتی رہتی۔ مسز چگانی کو بہت وحشت ہوتی۔ بعض اوقات وہ باتھ روم میں گھس جاتیں اور فلش چلا دیتیں۔ فلش کی آواز میں قیں قیں کی آواز ایک ساعت کے لئے دب جاتی۔

اس ہنسی میں مسز چگانی کو ہمیشہ تضحیک کا پہلو نظر آتا تھا۔ مسٹر چگانی عام بات میں بھی کوئی طنزیہ جملہ بول جاتے اور اسی طرح ہنسنے لگتے۔ مثلاً وہ کسی تقریر کا ذکر کرتے تو مسٹر چگانی فوراً جڑ دیتے...... جنتا کو بھاشن اور نیتا کو راشن...... قیں......قیں......قیں یا کبھی پارٹی میں ڈونیشن دینے کی بات ہوتی تو مسٹر چگانی کہتے......کنگال بینک کا چیک دے دو...... قیں......قیں......قیں......اس طرح ہنستے ہوئے وہ مسز چگانی کو بالکل ہونق نظر آتے......وہ نفرت سے سوچتیں کہ اس شخص کا آئی کیو کتنا لو ہے۔ راشن اور بھاشن اور کنگال بینک کا چیک تو اسکولی بچے بولتے ہیں...... سی ایم نے اس کو اپنا صلاح کار کیسے بنا لیا؟

مسز چگانی کو اخبار بینی سے چڑھ تھی۔ وہ اخبار سے چپک جاتے تھے اور اس دوران دو بار چائے پیتے......مسز چگانی کو نطشے کی یاد آجاتی۔ انہوں نے کہیں پڑھا تھا کہ نطشے کو دو باتوں سے نفرت تھی......صبح صبح اخبار بینی اور جمہوریت......اس کا ماننا تھا کہ یہ دونوں ہی باتیں معاشرے میں اوورمین (Overman) کو پیدا نہیں ہونے دیں گی......

مسز چگانی ہمیشہ سے ایسی نہیں تھیں ۔ اگر چہ طالب علمی کے زمانے سے ہی ان کی دل چسپی سیاست میں تھی لیکن سیاست اور سیکس اس طرح گڈ مڈ نہیں تھے ۔ ان دنوں وہ کمد ٹر کی ہوا کرتی تھیں ۔ اکنامکس کی ذہین طالبہ...... ایک بار یونیورسٹی سمینار میں انہوں نے نظام تعلیم پر زوردار تقریر کی تھی ۔ تقریر کا لُب لباب یہ تھا کہ آزادی کے بعد نظام تعلیم درہم برہم ہو گیا ہے جس کے ذمّہ دار ہمارے سیاسی رہ نما ہیں ۔ آزادی سے پہلے ہمارے یہاں جگدیش چندر بوس، سی وی رمن، میگھ ناتھ ساہا اور بیربل ساہنی جیسے سائنس داں پیدا ہوئے تھے جن کی بین الاقوامی حیثیت تھی ۔ لیکن یہ روایت آزادی کے بعد ختم ہو گئی ۔ نت نئے نئے تجربے کے شوق نے نظام تعلیم کو نیست و نابود کر دیا ہے ۔ آج سرکاری اداروں میں تعلیم کے نام پر استحصال ہے ۔ پڑھائی تو صرف مشنری اداروں میں رہ گئی ہے جو انگریزوں کی دین ہے ۔

سمینار میں وزیر تعلیم مہمان خصوصی کی حیثیت سے موجود تھے ۔ تقریر سن کر سٹپٹائے ۔ وہ بس اتنا ہی کہہ پائے کہ میری کامنا ہے کہ آپ سب نئے سماج کے نرمان میں رچناتمک بھومیکا نبھائیں ۔

اس کے بعد وہ اسٹوڈنٹ یونین کی جنرل سکریٹری منتخب ہوئی تھیں ۔

کالج سے نکلنے کے بعد کمد ٹر کی نے خود کو سا کچھر تا ابھیان سے جوڑا تھا ۔ سا کچھر تا ابھیان میں چھوٹا ناگپور کے دیہی علاقوں کا دورا کرنا پڑتا تھا جس میں ضلع انتظامیہ کا عملہ بھی شامل ہوتا ۔ ایک بار وہ کسماڈی پنچایت سے لوٹ رہی تھیں تو جیپ اچانک خراب ہو گئی ۔ باقی راستہ پیدل طے کرنا پڑا ۔ بی ڈی او بھی ساتھ تھا ۔ سڑک سنسان تھی سامنے سے ایک جھر کھنڈی چلا آرہا تھا ۔ اس کا لباس بوسیدہ تھا اور پاؤں میں پھٹی ہوئی چپّل تھی ۔ بی ڈی او کو دیکھ کر جھر کھنڈی رک گیا ۔ چپّل اتار کر جوڑی ملائی اور بغل میں دبا لیا ۔ بی ڈی او نزدیک آیا تو وہ گھٹنے کے بل جھک گیا اور زمین بوس ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بی ڈی او کو سلام کیا ۔ بی ڈی او نے جواب میں سر کو خفیف سی جنبش دی ۔ کمد ٹر کی نے محسوس کیا کہ جھر کھنڈی کے سلام نے بی ڈی او کو اس کے عہدے کا احساس دلایا ہے، وہ سینہ تان کر چل رہا ہے ۔ انہوں نے مُڑ کر دیکھا جھر کھنڈی ابھی بھی کھڑا تھا اور شاید اپنی نگاہوں سے ان کے اوجھل ہونے کا انتظار کر رہا تھا ۔ تا کہ چپّل پہن سکے...... کمد ٹر کی نے ایک لمحہ کے لئے سوچا کہ آزادی کے بعد ہندوستان میں ایک نئے فیوڈل کلاس کا جنم ہو رہا ہے ۔ یہ ایک جھر کھنڈی کا کسی افسر کو سلام نہیں تھا، یہ تین کروڑ جھر کھنڈی کا ایک طبقے کا سلام تھا جس کے پاس چپّل پہن کر گزرنا خلاف تہذیب تھا...... کمد ٹر کی کے دل میں درد کی ایک لہر سی اُٹھی...... اسی پل انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ خود کو جھر کھنڈ آندولن سے جوڑیں گی اور الگ جھر کھنڈ راجیہ کے سنگھرش میں حصّہ لیں گی

☆ ☆ ☆

کمد ٹرکی جھرکھنڈ اندولن میں دل چسپی لینے لگیں......وہ مکتی مورچہ کی رکن بن گئیں۔

ایک بار فراٹے لال چوک پر مورچہ کی عام سبھا ہوئی جس میں مجمع سے خطاب کرنے کا انہیں موقع ملا۔

''جھرکھنڈی بھائیو!

جھرکھنڈ کی سرزمین امیر ہے لیکن جھرکھنڈی غریب ہے۔

سرکار کی آمدنی میں نوے فی صد جھرکھنڈ کا ہے لیکن سرکار صرف دو فی صد جھرکھنڈ پر خرچ کرتی ہے آج جھرکھنڈ میں کسان بھوکا مر رہا ہے، مزدور بھوکا ہے، ہریجن بھوکا ہے......ہمارا کب تک شوشن ہوگا......؟ ہر طرف بھرشٹا چار ہی بھرشٹا چار ہے۔آج یہ سوال ہمیں متھ رہا ہے کہ راستہ کون دکھائے گا؟......بھائیو!......راستہ ہمیں خود ڈھونڈھنا ہے......ہمیں لڑنا ہو گا......قربانی دینی ہوگی......سوئے ہوئے لوگوں کو جگانا ہوگا......الگ جھرکھنڈ بنانا ہوگا......'

کمد ٹرکی کی تقریر تالیوں کے شور میں ختم ہوگئی۔ وہ ڈائس سے اتریں تو ان کا چہرہ سرخ تھا، وہ بے حد جوش میں تھیں اور ان کو احساس ہو رہا تھا کہ ان کی زندگی کا ایک مقصد ہے......ایک لمبی لڑائی لڑنی ہے......

عملی سیاست میں یہ ان کا پہلا قدم تھا۔ وہ دن بہ دن فعال ہوتی گئیں اور بہت جلد نوٹس میں آ گئیں۔ آہستہ آہستہ شناسائی سب سے بڑھنے لگی۔ چمن لال چنچل، محمد ادریس درّانی اور کلا دھر سنتوش جیسے سیاسی رہنماؤں سے بھی ملاقات ہوئی۔ کمد ٹرکی نے محسوس کیا کہ پارٹی میں رہنماؤں کا ایک طبقہ آسودہ نہیں ہے۔ چمن لال چنچل ہمیشہ دلت راج نیتی کی بات کرتا ہے۔ محمد ادریس درّانی اور کلا دھر سنتوش بھی مطمئن نظر نہیں آ رہے تھے۔ اسی دوران ان کی ملاقات مسٹر چگانی سے ہوئی۔ مسٹر چگانی آدمی سادہ لوح معلوم ہوئے۔ دو چار ملاقاتوں میں ہی انہوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کمد ٹرکی سے کمد چگانی بن گئیں۔ چمن لال چنچل نے بہت جلد پارٹی چھوڑ دی اور دلت مورچہ میں شامل ہوگیا۔ لیکن مسز چگانی گھوم گھوم کر جھرکھنڈ اندولن کا پرچار کرتی رہیں۔ ان کو محسوس ہوتا کہ الگ جھرکھنڈ راج کا سپنا یہاں کے گھر آنگن، کھیت کھلیان اور جنگل پہاڑ میں پل رہا ہے۔

ایک دن اچانک مسز چگانی نے دیکھا کہ سینے میں دو بڑے بڑے غار نما سوراخ ہیں اور کہیں کوئی سپنا نہیں ہے......

مسز چگانی کو تین کروڑ جھرکھنڈی مدقوق آنکھیں لئے سوراخوں سے جھانکتے نظر آ رہے تھے......

۲۶ر جولائی ۱۹۹۳ کی وہ شام......

آندھرا بھون کے زرّیں فرش پر دوزانو جھرکھنڈی رہنما......

مکھیا کی لڑکھراتی کرسی کا پایہ تھامے......پشت پر لادے بینک کی مہر والی گنی بیگ۔

پچاس لاکھ......

چالیس لاکھ......

دس لاکھ جوائنٹ اکاؤنٹ میں ٹرانسفر......

پیٹرول پمپ......

ہڈا(Huda) کا رہائشی پلاٹ......

اسی طرح چوری ہوتے ہیں سپنے......

اور اسی طرح مرتا ہے آندولن......

چمن لال چنچل نے پیٹھ سہلائی اور یہی وہ دن تھا جب سیاست اور سیکس گڈ مڈ ہوئے تھے......

''کمد جی! لوک تنتر میں سب چلتا ہے...... خاص کر وکاس شیل دیشوں میں...... لوک تنتر میں کچھ نہیں بدلتا......صرف نعرے بدلتے ہیں......غریبی ہٹاؤ کا نعرہ سماج واد میں بدل گیا۔ آج سماج واد کی جگہ سماجک نیائے نے لے لی ہے۔غریبی ہٹ نہیں سکتی......سماج واد بھی کھنڈت ہوا......سماجک نیائے بھی نہیں ملے گا...... یہ محض شبد جال ہیں جن میں جنتا پھنسی رہتی ہے......ویوستھا کوئی بھی ہو شوشن ہمیشہ عام آدمی کا ہوتا ہے......سرکار ہمیشہ اینٹی پیپل ہوتی ہے۔راج نیتی نعروں کی شکتی سے چلتی ہے۔لوک تنتر میں ضروری ہے کہ ہم نئے نئے شبد جال رچیں۔آزادی سے پہلے نہرو ماس لیڈر ہوا کرتے تھے۔آزادی کے بعد پارٹی لیڈر ہو کر رہ گئے۔لوک تنتر کبھی ماس لیڈر پیدا نہیں کرتا۔لوک تنتر ہمیشہ پارٹی لیڈر پیدا کرتا ہے اور پارٹی لیڈر صرف پارٹی کے ہت میں سوچتا ہے۔وہ دیش کے ہت میں سوچ ہی نہیں سکتا۔''

''آخر بی جے پی کو سرکار بنانے کا موقع کیوں نہیں دیا گیا......؟ آخر کانگریس نے سمرتھن کیوں واپس لے لیا......؟ جنتا کو الیکشن کے چکّر میں پھنسائے رکھنا بھی راج نیتی ہے...... یہ لوک تنتر کی مجبوری ہے...... بنگلہ دیش بننے سے پہلے جب پاکستان میں چناؤ ہوا تھا تو شیخ مجیب الرحمٰن بہومت میں تھے،لیکن جنرل یحییٰ خاں نے ان کو پردھان منتری ہونے نہیں دیا۔بھٹّو پردھان منتری ہو گئے اور پاکستان ٹوٹ گیا۔لوک تنتر میں ونش واد چلتا ہے۔ بے نظیر بھٹّو بھی پردھان منتری ہو گئیں اور اور آج ان کے کروڑوں ڈالر سوئیس بینک میں ضبط ہیں۔تو لوک تنتر میں سب چلتا ہے......''

''کرانتی تو آ سکتی ہے؟''

''کرانتی نہیں آسکتی ...... جب تک لوک تنتر ہے کرانتی نہیں آسکتی ...... سارا آندولن اسی طرح مر جائے گا ......آزادی سے پہلے کرانتی آئی تھی تو اس کا کارن تھا۔ ہم غلام تھے اور آزاد ہونا چاہتے تھے۔ آزادی کی جدوجہد نے ہمیں ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا۔ اب ہم آزاد ہیں تو ہمیں ستّا چاہیے۔ اس لئے ہم اپنے اپنے پلیٹ فارم سے ستّا کی ہوڑ میں لگے ہیں ستّا سے پیسہ ملتا ہے اور پیسہ سے ستّا ملتی ہے۔
آندھرا بھون کی گھٹنا اس لئے گھٹی کہ ستّا میں بنے رہنا تھا اور جنتا بہت جلد بھول جاتی ہے۔ بھولنے کا یہ عمل لوک تنتر کے لئے وردان ہے...... پھر چناؤ ہوگا اور وہی لوگ ہوں گے۔ وہ پھر ستّا میں آئیں گے اور پھر گھوٹالا ہوگا ...... یہ کو چکر چلتا رہے گا ...... جب تک لوک تنتر ہے اس سے مکتی نہیں ہے......''

''کوئی وکلپ''

''یہ ہماری سمسیا نہیں ہے...... یہ آنے والی پیڑھی کی سمسیا ہے۔''

''خونی کرانتی تو آسکتی ہے ...... یا پریسیڈنشیل فارم آف گورنمنٹ ......؟'' مسز چگانی نے پوچھا۔

''کرانتی کوئی گھٹنا نہیں ہے جو گھٹ جاتی ہے۔ یہ ایک فینومینا ہے ...... ایک پروسس ہے کرانتی اور اس کی پرشٹھ بھومی ابھی تیار نہیں ہوئی......''

پھر اس نے مسز چگانی کی پشت پر ہاتھ رکھا۔

''چھوڑیئے ان باتوں کو......آپ بے کار جھرکھنڈ کے لئے جھک رہی ہیں ...... پورے دیش کی سوچیئے اتنا بڑا دلت ورگ ...... پچھڑی جاتی ......جن جاتی ...... ہریجن ...... یہ آدی کال سے شوشت ہیں ......ہمیں ان کے لئے لڑنا ہوگا۔ سماجک نیائے کے لئے لڑنا ہوگا ...... منوواد کے خلاف لڑنا ہوگا......''

مسز چگانی کو اپنی پشت پر چمن لال چنچل کے ہاتھوں کالمس اچھا معلوم ہو رہا تھا۔

''کمد جی! آپ ہماری پارٹی میں آجایئے۔ آپ کو ٹکٹ ملے گا۔ آپ چناؤ جیت جائیں گی۔''

اس کے ہاتھ ان کی کمر کے گرد بڑھ گئے۔ اس نے آہستہ سے ان کو اپنی طرف کھینچا......مسز چگانی اس کے سینے

سے لگ گئیں ......اور ان کو اپنی آنکھیں اچانک نمناک محسوس ہوئیں ......چمن لال چنچل سچا غمگسار معلوم ہوا۔ تب وہ کانوں میں پھسپھسایا۔

''کمد جی! آپ میں پرتبھا ہے......آپ نیشنل فیم کی لیڈر بنیں گی......''

اس نے اپنے بازوؤں کی گرفت تھوڑی سخت کی......کمد چگانی نے اس کی گرم سانسوں کو اپنے رخساروں پر محسوس کیا ......وہ اس کی بانہوں میں جیسے پگھلنے لگیں......ان کی سانسیں غیر ہموار ہونے لگیں......بدن پر چیونٹیوں کا جال کسنے لگا۔

چمن لال کے رینگتے ہوئے ہاتھ ان کی چھاتیوں کی طرف بڑھ گئے......

دوسرے ہی لمحے وہ کپڑوں سے بے نیاز تھیں......

مسز چگانی کی آنکھیں بند تھیں......سمند کی لہروں کا زیر لب شور کانوں میں گونج رہا تھا اور بند آنکھوں میں منظر لہرا رہے تھے......آندھرا بھون کا صاف شفاف زرّیں فرش......مکھیا کی لڑکھڑاتی ہوئی کُرسی......نوٹوں سے ٹھسم ٹھس گنی بیگ......ودھان سبھا میں گتھم گتھا سفید پوش......قیں......قیں......قیں......چرچل نے کہا تھا......

''کمد جی! کہاں کھوگئیں......؟''چمن لال نے گال تھپ تھپائے۔

مسز چگانی نے آنکھیں کھولیں......چاروں طرف دیکھا اور اُٹھ کر کپڑے درست کرنے لگیں......

مسز چگانی چمن لال چنچل کی پارٹی میں شامل ہوگئیں۔اب ایک بڑا مقصد تھا...... منوواد کے خلاف لڑائی......دلت شوشت اور پیڑت کے لئے سماجک نیائے......!!

اس دن غریب ریلی میں انہوں نے لمبی تقریر کی اور ایک بار پھر چرچے میں آگئیں۔ریلی کی رپورٹ اخبار میں شائع ہوئی۔ان کا نام جعلی حروفوں میں آیا تھا اور تقریر کے اہم حصّے بھی شائع ہوئے تھے۔لیکن اسی صفحہ پر ایک خبر یہ بھی تھی کہ ہندوستان میں ایڈس تیزی سے پھیل رہا ہے۔مسز چگانی کی نظر اس خبر پر نہیں پڑسکی تھی۔ریلی کی رپورٹ میں وہ بار بار صرف اپنا نام پڑھ رہی تھیں۔

مسٹر چگانی نے اپنے ہاتھ میں اخبار لیا تو ان کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ رینگ گئی۔

''ساتھ ساتھ ایڈس کی خبر بھی شائع ہوئی ہے۔''

مسز چگانی نے جھک کر دیکھا......بھارت میں ایڈس......!

ان کو اچھا نہیں لگا کہ ایک اہم سیاسی خبر کے ساتھ جنسی بیماری کی خبر بھی اسی کالم میں شائع ہو۔

''یہ اخبار والے بھی......''وہ غصّہ میں بڑبڑائیں۔

''اخبار والے کیا کریں......ایڈس تو پھیل رہا ہے......بوفورس گھوٹالہ......حوالہ کانڈ......

سنٹ کیٹس ......لکھو بھائی پاٹھک ......جھرکھنڈ گھوٹالہ...... پشو پالن گھوٹالہ...... جوتا گھوٹالہ
......ساری دھوتی گھوٹالہ...... وردی گھوٹالہ...... لیٹرآف کریڈٹ گھوٹالہ...... ہائی کورٹ
میں کیس......سپریم کورٹ میں ضمانت......قیں......قیں......قیں......قیں......''

مسز چگانی باتھ رم میں گھس گئیں......ان کو بہت بار فلش چلانا پڑا۔

☆ ☆ ☆

اس دن اسمبلی میں جوتے چلے تھے۔ مایاوتی کے بعد کلیان سنگھ نے حکومت بنائی تھی۔ اس بات کا چرچا تھا کہ جو بھی دل بدل کر بی جے پی میں گیا منسٹر بن گیا۔ یہاں تک کہ عادی مجرم بھی منتری منڈل میں شامل تھے جس کا واجپئی جی کے پاس جواز تھا کہ ہر سادھو کا ایک ماضی ہوتا ہے اور ہر مجرم کا ایک مستقبل ......اور یہ کہ کانگریس نے پیسے دے کر خریدے ہم نے عہدے دے کر۔

فہیم الدّین شروانی بھی اسی دن چاپانل کا معائنہ کرنے پہنچے۔ مسز چگانی نے ان کا مسکرا کر استقبال کیا۔ وہ اس وقت غسل کر کے اُٹھی تھیں۔ ان کے بال بھیگے ہوئے تھے اور جامنی ہونٹوں پر نمی کا تازہ پن برقرار تھا۔ سرمئی بلوز اور اودے رنگ کی ساری میں ان کی سانولی رنگت انوکھا امتزاج پیدا کر رہی تھی۔

وہ آنگن میں آئیں اور چاپانل دکھایا۔ شروانی نے نل چلا کر دیکھا۔ پانی کا ڈسچارج معقول تھا۔ پھر چھت کی طرف نظر کی اور اندازہ لگایا کہ چھت تک کنکشن کرنے میں قریب تیس فٹ پائپ کی ضرورت ہوگی۔

مسز چگانی شروانی کے بہت قریب کھڑی تھیں۔ وہ ان کی سانسوں کو اپنی گردن پر محسوس کر رہے تھے۔ مسز چگانی بار بار اپنے ہونٹ بھینچ رہی تھیں جس سے وہ اور بھی گیلے ہو گئے تھے۔ شروانی کی خواہش ہوئی کہ ان کے ہونٹوں کو چھو کر دیکھیں......

وہ اپنی خواہش پر دل ہی دل میں مسکرائے......اور مسز چگانی کا آنچل ڈھلک گیا......!!

''شروانی جی! کب تک ہو جائے گا......؟'' مسز چگانی اٹھلا کر بولیں......اور ندی کے مٹ میلے پانی میں تھوڑی ہلچل ہوئی۔

''جونیر انجنیر کو سامان کے ساتھ بھیج دوں گا۔''

''کب......؟''

''کل ہی......!'' شروانی مسکرائے۔

''بہت بہت شکریہ!''

''اب اجازت دیں!''

''چائے تو پی کر جائیے......''

شروانی ڈرائینگ روم میں آئے تو ٹھٹھک گئے۔ چمن لال چنچل سیاسی کارکنوں کے ساتھ موجود تھا۔ ''برے پھنسے ......'' شروانی نے سوچا اور ہاتھ اُٹھا کر آداب کہا۔

''پانی کا پختہ انتظام کیجیئے ......!'' چمن لال چنچل شروانی سے مخاطب ہوا۔

''ہو جائے گا......''

''ہمارے چھپتر کا کیا ہوگا......؟ الیکشن آرہا ہے......کچھ چاپانل چاہیئے ......!''

''ابھی تو فنڈ نہیں ہے۔''

''میں ایک لسٹ دوں گا کہاں کہاں نل چاہیئے۔ آپ اسٹیمیٹ بنا کر و بھاگ کو دیں۔ میں منظور کرا دوں گا۔''

''اس بار الیکشن میں کیا رن نیتی ہوگی......؟'' ایک رضا کار پوچھا۔

''اعلیٰ کمان کو ریلی نکالنی چاہیئے۔'' مسز چگانی بولیں۔

''ریلی تو نکلے گی۔ ہم شکتی پردرشن کریں گے۔''

''ریلی کا چلن نوے کی دہائی سے بڑھا ہے۔ سماجک نیائے کے نام پر نکالی گئی ریلیاں آہستہ آہستہ جاتی سنگھرش میں بدل گئیں۔ چناؤ کے ٹکٹ کا بٹوارہ بھی جاتیتا پر ہوگا۔ اعلیٰ کمان زیادہ تر ٹکٹ اپنی ذات والوں کو دیں گے۔''

''بھرشٹا چار بھی تو مدا بن سکتا ہے......'' مسز چگانی نے پوچھا۔

''بھرشٹا چار سے کیا ہوتا ہے؟ بھرشٹا چار وکاس شیل دیش میں ہوگا ہی۔ جنتا نے اسے وکاس کی پرکریا کے روپ میں سوئیکار کرلیا ہے۔''

''مجھے لگتا ہے بی جے پی سرکار بنالے گی۔'' مسز چگانی بولیں۔

''ابھی ایک دو الیکشن تک ملی جلی سرکار رہے گی۔ لیکن اجودھیا کے مسئلے نے ملک کی سیاسی طاقتوں کو پولٹیکلائز ضرور کر دیا ہے۔ بی جے پی کو لوگ ایک پول مانتے ہیں۔ اس نے اجودھیا کو راشٹریہ ایکتا کا سوال بنا دیا ہے۔ رام کے ساتھ پہلے روٹی کو جوڑا اب سماجک نیائے بھی جوڑتی ہے۔ ایک طرح سے بی جے پی نے سماجک نیائے کا نعرہ اچک لیا۔''

''کانگریس نے بھی تو بی جے پی کا نعرہ اچک لیا ......مہان سنسکریتی ......اب اطالوی

خاتون بھی دیش کی مہان سنسکریتی کی باتیں کرنے لگی ہیں۔''

''لیکن سماجک نیائے بی جے پی کا نصب العین نہیں ہے...... بی جے پی کا نصب العین ہے برہمن واد کو پھر قائم کرنا۔اس لئے وہ مذہب کو راشٹریتا سے جوڑتی ہے۔بی جے پی کا اصل چہرہ اجودھیا کے مسئلے پر سامنے آ گیا ہے۔اب وہ ایک کٹر ہندو وادی پارٹی کی شکل میں سامنے ہے۔''

''اس کا زور تو روز بہ روز بڑھ رہا ہے۔''

''ہندوستان کا اصل مسئلہ ہے روٹی۔روٹی کو الیکشن کے نعرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اندرا گاندھی نے جب کہا کہ غریبی ہٹاؤ تو مطلب تھا روٹی دو۔۱۹۹۰ میں اڈوانی نے رتھ یاترا کی کامیابی حاصل کی اور جواب میں وی پی نے منڈل چلایا اور ثابت ہو گیا کہ اصل مسئلہ روٹی ہے رام نہیں۔اس لئے بی جے پی اب رام کو روٹی سے جوڑتی ہے۔''

''اور کانگریس......؟''

''کانگریس تو ٹوٹ پھوٹ گئی......اب تین چار سال پاور میں نہیں آ سکتی......''

''راج نیتی میں اپرادھ بھی تو بہت بڑھ گئے......''

''کیا کیجیئے گا......ہم لوگ جو گُرگے پالتے ہیں وہ پہلے روٹی مانگتے تھے......اب ٹکٹ مانگتے ہیں......''چمن لال چنچل مسکرایا۔

مسٹر چگانی بھی آ کر ڈرائینگ روم میں بیٹھ گئے اور ٹی وی کھولا۔مسز چگانی نے انہیں خشمگیں نگاہوں سے دیکھا لیکن وہ سب سے بے نیاز ٹی وی دیکھنے میں مگن ہو گئے۔مسز چگانی بار بار پہلو بدل رہیں تھیں۔اس وقت مسٹر چگانی کا آنا ان کو ناگوار گذرا تھا۔

خبریں نشر ہونے لگیں تو سب کی توجہ اِدھر مرکوز ہو گئی۔اچانک ٹی وی اسکرین پر وہ منظر آیا جب اسمبلی میں جوتے چلے تھے۔ودھا یک آپس میں گتھم گتھا تھے۔کوئی لات چلا رہا تھا۔کوئی مکّے چلا رہا تھا......ایک نے کُرسی پھینک کر ماری۔دوسرے نے مائک گھما کر پھینکا جو ایک ودھا یکہ کا لگا۔وہ زخمی ہو گئی۔اسپیکر کو بھی چوٹ آئی۔ایک ودھا یک ٹیبل پر چڑھ گیا۔دوسرا اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچنے لگا۔کسی کی آستین پھٹ گئی......کسی کا دامن......کسی کا گریباں......ایک کی دھوتی کھل گئی......وہ دھوتی سنبھالنے لگا تو ایک ودھا یک کا جوتا اس کے سر پر پڑا......

''قیں......قیں......قیں......قیں......قیں......چرچل نے کہا تھا......چرچل نے......قیں......قیں......قیں......''

مسٹر چگانی زور زور سے ہنس رہے تھے۔ان کا جسم پوری قوت سے ہل رہا تھا......آنکھیں بند تھیں......اور زبان

باہر نکل آئی تھی۔سب ان کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ پہلے ان کو اس طرح ہنستے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔مسز چگانی اٹھ کر باتھ روم میں گھس گئیں۔آخر چمن لال چنچل نے ان کو ٹوکا۔

''آخر کیا کہا تھا چرچل نے جو آپ اتنا خوش ہو رہے ہیں......؟''

''چرچل نے آپ جیسے لوگوں کے لئے ہی کہا تھا۔قیں......قیں...... قیں......''

''کچھ منھ سے پھوٹیئے۔''

مسز چگانی باتھ روم سے نکلیں تو شروانی کے پاس بیٹھ گئیں۔

''چرچل نے کہا تھا کہ ہندوستان میں ڈیموکریسی ہوئی تو پچاس برسوں بعد کرمنل کا راج ہوگا۔ پچاس سال ہوگئے......قیں......قیں......قیں......'' چمن لال چنچل کا منھ غصّے سے سرخ ہوگیا۔وہ صوفے سے اٹھ گیا۔

''کمد جی!اب آ گیا دیجیئے......لکھنؤ کی تیاری کرنی ہے......!''

''وہاں کہاں تھوکیں گے......؟ جہاں بھی تھوکیں گے کسی نہ کسی منتری پر پڑے گا......قیں ......قیں......قیں......قیں......''

مسز چگانی بھنّا گئیں اور مسٹر چگانی کو نفرت سے گھورتی ہوئی اُٹھ گئیں۔ باقی لوگ بھی اُٹھ گئے۔مسز چگانی سب کو چھوڑنے دروازے تک گئیں......شروانی نے بھی وداع لی۔

شروانی گھر لوٹے تو اداس تھے۔امی نے کھانے کے لئے پوچھا تو دردسر کا بہانہ بنایا اور چپ چاپ بستر پر لیٹ گئے ۔بغل کے کمرے سے جسیم الدّین کے مسلسل کھانسنے کی آواز آرہی تھی۔ ڈھان چو برآمدے میں ٹہل رہا تھا اور مولانا رومؒ کی مثنوی پڑھ رہا تھا۔

''کچھ تو کھا لیتے......؟''امی نے اصرار کیا۔

''بھوک نہیں ہے۔''

''ذرا سا......؟''

''نہیں امی......!''

''آخر کیا ہوا......؟''

''پلیز سونے دیجیئے......!''شروانی کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

امی نے ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے کمرے میں واپس چلی گئیں۔ ڈھان چو اچانک خاموش ہوگیا۔جسیم الدّین کے کھانسنے کی آواز تیز ہوگئی۔شروانی نے کسی مریض کی طرح کروٹ بدلی اور آنکھیں بند کرلیں۔آہستہ آہستہ ان

پر ایک بے کیف سی دھند چھانے لگی......ایک لمحے کے لئے مسز چگانی کا چہرہ نگاہوں میں اُبھرا...... مسز چگانی کے ہونٹ......کس طرح سٹ کر کھڑی تھیں......زرینہ......؟؟

شروانی کو اچانک زرینہ یاد آ گئی......اسی طرح ہنستی تھی......اس کے گلابی ہونٹ......!! شروانی کے دل میں درد کی لہر اُٹھی......آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا......کمرے میں ایک مکروہ سی خاموشی چھائی ہوئی تھی...... دیوار پر بلب کے قریب ایک چھپکلی رینگ رہی تھی۔جسیم الدّین کے کھانسنے کی آواز معدوم ہوگئی تھی۔شروانی کو دل کا درد بڑھتا ہوا محسوس ہوا......ان کے جی میں آیا زرینہ کا نام لے کر زور سے چلائیں......لیکن شانے پر ڈھان چو کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا......وہ ان پر جھکا اور رخسار پر رخسار رکھ دیئے......

''بھیّا......بھیّا......!! تم اکیلے ہو......'' شروانی کی آنکھیں بھر آئیں......انہوں نے خاموش نگاہوں سے ڈھان چو کی طرف دیکھا......

کتنا دسترس ہے بھائی تم کو احساسات پڑھ لینے میں......!!

ڈھان چو کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے......شروانی بھی آہستہ آہستہ بلک رہے تھے۔کمرے میں خاموشی کسی چھپکلی کی طرح رینگنے لگی تھی......کھٹ......کھٹ......بغل کے کمرے میں جسیم الدّین کے پاؤں گھسیٹنے کی آواز آئی......شائد وہ باتھ روم کے لئے اُٹھے تھے......

''چٹ......!'' چھپکلی نے ایک پتنگا پکڑ لیا......اور کہیں دور ایک آواز زور سے گونجی......

''دس از مائی سینٹیمنٹ......مائینڈ اٹ فہیم......دس از مائی سینٹیمنٹ......!!''

''یو کانٹ ڈو دس......یو کانٹ......!!'' اور شروانی کی روح میں ایک کیل ہمیشہ کے لئے پیوست ہوگئی......

دراصل بیٹا اسی لئے پیدا ہوتا ہے کہ ساری عمر باپ کے انا کی تسکین کرے......

وہ شروع شروع کے دن تھے......شروانی نے انجینیرنگ کی ڈگری حاصل کی تھی اور ویلن نے اس کا رشتہ زرینہ سے طے کر دیا تھا۔زرینہ حاجی برکت اللہ کی اکلوتی لڑکی تھی لیکن شروانی کو رشتہ پسند نہیں تھا۔وہ تعلیم یافتہ گھرانے میں شادی کرنا چاہتے تھے اور حاجی برکت اللہ کاروباری قسم کے آدمی تھے۔فساد بھی ان کے لئے موسم گل بن کر آتا تھا۔ وہ ریلیف کیمپ میں بھی چاندی کی فصلیں اگاتے تھے۔جن دنوں اڈوانی کا رتھ گھوما تھا شہر میں بڑے پیمانے پر فساد ہوئے تھے۔جگہ جگہ ریلیف کیمپ کھل گئے تھے۔حاجی برکت اللہ نے جھٹ اپنے احاطے میں ایک کیمپ کھولا اور مدد کی اپیل کی۔گلف ممالک میں ان کے رشتے داروں نے دل کھول کر چندہ دیا۔مسلم اداروں نے بھی رقم دی۔حاجی نے پندرہ دنوں تک کھچڑی کھلائی اور کمبل تقسیم کیئے۔ان کے کیمپ میں طوائفیں بھی تھیں۔نمازیوں کو ان کی موجودگی پر سخت اعتراض تھا کہ معاشرہ بگڑنے لگا ہے۔نوجوان کیمپ کے چکّر کاٹتے اور رضا کاروں کی بھیڑ خواہ مخواہ

جمع رہتی ۔ آخران کو شفٹ کرنا پڑا۔ مسلم اسکول میں ان کے لئے الگ کیمپ لگا۔ لیکن حاجی برکت اللہ نے اس جواز کے ساتھ ان کا ریلیف بند کردیا کہ طوائفیں اب ان کے کیمپ میں نہیں ہیں۔

شہر نارمل ہوا اور کیمپ بند ہو گئے تو برکت اللہ نے سیمنٹ کی ایجنسی خریدی۔ جسیم الدّین کی حاجی برکت اللہ سے پرانی شناسائی تھی۔ شروانی کے لئے زرینہ ان کو معقول لگی ......امور خانہ داری میں طاق اور صوم صلات کی پابند......اور ڈھان چو کا بھی مسئلہ تھا۔ جسیم الدّین کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ اس بدعقل کی گذر بسر فہیم الدّین کے ساتھ ہی ممکن تھی۔ وہ اس بات سے واقف تھے کہ دونوں بھائیوں میں بے حد محبت ہے۔ ان کو یقین تھا کہ زرینہ بھائیوں کے درمیان رخنہ نہیں بنے گی۔

لیکن فہیم الدّین نے دبی زبان سے احتجاج کیا۔ ویلن سے ان کی سیدھی بات نہیں ہوتی تھی۔ امی کے وسیلے سے ہی وہ اپنا پیغام پہنچاتے تھے۔ امی نے زرینہ کو دیکھا تھا۔ جب انہوں نے بھی تعریف کی تو شروانی بھی راضی ہو گئے۔

ڈھان چو اس رشتے سے خوش نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بار بار شروانی سے لپٹ کر رونے لگتا۔ ویلن اس کو کئی بار جھڑک چکا تھا۔ ایک دن اس نے سختی سے ڈانٹا۔

''کیوں کرتا ہے اس طرح بدتمیز......؟ بے ہودہ......ایڈیٹ......!''

شروانی کو بُرا لگا۔ ڈھان چو کا ان کی نظروں میں احترام تھا۔ انہوں نے سخت لفظوں میں احتجاج کیا۔

''امی! کیوں ڈانٹتے ہیں اس طرح......؟ کیا کرتے ہیں بھیا......؟ مجھ سے لپٹ کر روتے ہیں یہی نہ......؟ اور تو کچھ نہیں کرتے......؟''

امی نے پلو سے آنسو پوچھے......! اور امی کیا کر سکتی تھیں......؟

ڈھان چو خاموش ہو گیا اور مراقبے میں چلا گیا۔

شادی کی تیاری ہونے لگی۔ جسیم الدّین کے گھر کی پہلی شادی تھی۔ ڈھان چو کی شادی کا سوال نہیں تھا اور شروانی کے بعد کوئی اولاد نہیں ہی تھی۔

گھر کا کونہ کونہ چمکایا گیا۔ لیکن شروانی کو ایک بات بُری لگی اور ویلن ترمیم کے لئے راضی نہیں ہوا۔

چھت پر چار سو گیلن کا سینٹیکس لگا تھا جس کی کنکشن پائپ شروانی کے کمرے سے گئی تھی۔ پلنتھ کی دیوار سے لگی ہوئی یہاں سے وہاں تک کمرے کی طول میں ایک انچ موٹی پائپ بدنما لگ رہی تھی۔ پائپ میں جوڑ کے قریب ساکٹ کی فٹنگ بھی ڈھیلی تھی۔ موٹر چلتا تو ہرہر کی آواز کے ساتھ پائپ میں تھرکن پیدا ہوتی اور ساکٹ کے پاس سے پانی ٹپکنے لگتا۔ شروانی نے امی سے کہا کہ پائپ کی فٹنگ کمرے کے باہر ہونی چاہیے۔ ویلن راضی نہیں ہوا۔ لیکن امی کے بھی ذوق جمال کو پائپ کا یہ نظام گراں گذر رہا تھا۔ انہوں نے ویلن سے دوبارہ التجا کی۔

''پائپ کی فٹنگ باہر سے ہوتی تو اچھا تھا......''

''زیادہ پائپ کی ضرورت ہوگی......خواہ مخواہ کا خرچ......؟''

''شادی کی بات ہے......دلہن اس کمرے میں آئیں گی......!''

''تو کیا ہوا......؟ ایک دن کی تو بات ہے......''

شروانی کہنا چاہتے تھے کہ بات تو ایک ہی دن کی ہے...... یہ ایک دن زندگی میں ایک ہی بار آتا ہے......اسی ایک دن کے لئے ہی پائپ کا ہٹنا ضروری ہے......لیکن پامیرین کی ذات......اپنے کمرے کی حفاظت نہیں کرسکتا...... دور سے بھوکے گا......گھڑک دو تو اندر گھس جائے گا......

ویلن زور سے چلایا۔

''نہیں ہٹے گا کچھ بھی......''

امی کمرے میں گھس گئیں......شروانی باہر نکل گئے......

ڈھان چو زیادہ دیر تک مراقبے میں رہتا......کبھی کبھی زور زور سے بڑبڑاتا اور خاموش ہوجاتا۔ جس دن شادی کا کارڈ چھپ کر آیا ڈھان چو شروانی سے پھر لپٹ کر رونے لگا۔

''بھیا......بھیا......بھابھی آئی اور غائب ہوگئی......!''

''کیا بکتا ہے کمبخت......؟'' ویلن نے پھر ڈانٹ پلائی۔

''بھابھی غائب......؟''

''بےہودہ......نجس بات بولتا ہے......'' ویلن چیخا۔

ڈھان چو بھی چیخا ''بھابھی کو ابا نے غائب کیا......ابا......ابا......ابا......''

ویلن آپے سے باہر ہوگیا۔ پاؤں سے جوتا کھینچ کر ڈھان چو کے سر پر جڑ دیا۔

''چپ حرام زادہ......باپ سے بات کرنے کی تمیز نہیں......؟''

''ارے......ارے......ارے......'' امی رو پڑیں۔

''کیا کرتے ہیں......؟ صوفی صفت لڑکے کو جوتے سے مارتے ہیں......؟''

''یہ صوفی ہے......؟ یہ ایڈیٹ ہے......!!''

''خدا کے قہر سے ڈریئے......!''

''منحوس ہے کمبخت۔ خوشی کے موقعے پر نجس باتیں منھ سے نکالتا ہے......''

''خدارا چپ رہیئے......ہاتھ جوڑتی ہوں......معاف کردیجیئے......'' امی رو پڑیں۔

امی ڈھان چو کو اس کے کمرے میں لے گئیں۔

''کیوں بولتے ہو بیٹا اس طرح......؟ کیوں بولتے ہو......؟''

ڈھان چو گھٹنے میں سر دے کر بیٹھ گیا۔

شروانی لرزتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈھان چو نے دھند بھری آنکھوں سے شروانی کو دیکھا اور بازو پھیلائے۔

''بھیا...... بھیا......'' شروانی بغل گیر ہوئے اور سسک سسک کر رو پڑے......

شروانی کے دل میں خوف سما گیا۔ امی بھی فکر مند ہو گئیں۔ لیکن جسیم الدّین شادی کی تیاری میں مگن تھے۔ ڈھان چو نے مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس کے لب جیسے سل گئے تھے۔ جیسے جیسے شادی کی تاریخ نزدیک آ رہی تھی شروانی کا خوف بڑھ رہا تھا۔ آخر کیا دیکھا ڈھان چو نے......؟ ایسا تو نہیں کہ شادی کی کالی رات ہوگی......؟

رات کالی نہیں تھی......

رات رنگین تھی......

چھوئی موئی سی زرینہ...... سُرخ جوڑے میں لپٹی لپٹائی...... برّاق چہرہ...... گھنی پلکیں...... سُرخ سُرخ ہونٹ...... خوشبوؤں سے معطر کمرہ......اور کمرے میں مدھم مدھم روشنی......

شروانی کو اپنے دل کی دھڑکن تیز سی ہوتی محسوس ہوئی۔ زندگی میں پہلی بار عورت کا قرب حاصل ہوا تھا...... جنس مخالف کا قرب......! ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ زرینہ سے کس طرح مخاطب ہوں......؟ وہ بس پلنگ پر بیٹھے اس کو نہار رہے تھے اور زرینہ جیسے سمٹتی جا رہی تھی...... وہ اپنے پاؤں موڑ کر بیٹھی تھی جس کا گھٹنا کندھے کو چھو رہا تھا۔ جانگھ چھاتی سے لگی تھی اور گردن جھکی ہوئی تھی۔ آخر شروانی نے زرینہ کو چھوا اور وہ ایک دم سے سکڑ گئی۔ شروانی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکے۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے دبایا اور سرگوشیوں کے انداز میں بولے۔

''زرینہ......! تم بے حد خوب صورت ہو......!''

زرینہ زیر لب مسکرائی۔ شروانی بغل میں لیٹ گئے۔ اس کا ہاتھ اب بھی ان کے ہاتھوں میں تھا۔ ہاتھوں کا لمس ان کو بھیگا بھیگا سا لگ رہا تھا لیکن ہتھیلی کی پشت پر دست بند کا کھردرا لمس بھی محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے...... ایک نظر زرینہ کے ہاتھوں کی طرف دیکھا...... ہاتھوں کا حسن صندلی تھا۔ مہدی سے لہکتی ہوئی انگلیوں کے پور پور میں نقرئی چھلے چمک رہے تھے۔ دست بند کا سنہرا پن صندلی حسن میں اضافہ کر رہا تھا۔

''تمہارا ہاتھ بھی بہت خوب صورت ہے......''

زرینہ پھر مسکرائی...... اس بار اس نے چور نگاہوں سے دیکھا بھی اور شروانی کو لگا ان کے درمیان اجنبیت کم ہونے

لگی ہے۔شروانی نے زرینہ کی پشت پر ہاتھ رکھا۔اس نے یقیناً سہرن سی محسوس کی تھی ...... وہ تھوڑا اور سمٹ گئی۔ شروانی کو محسوس ہوا کہ زرینہ کا بدن آہستہ آہستہ کانپ رہا ہے۔شروانی نے اس کو اپنے بازوؤں میں کھینچ لیا...... چوڑیاں چھن سے بج اُٹھیں...... جھومر ہل گیا......اور زرینہ شروانی کے سینے پر دوہری ہورہی ...... وہ اپنے رخسار وں پر اس کی گرم سانسوں کو محسوس کر رہے تھے......ان کے دل ودماغ میں صندل اور حنا کی خوشبو کے ساتھ سمندر کے جھاگ جیسی مہک بھی گھلنے لگی ......رخسار تمتمانے لگے......انہوں نے بے اختیار زرینہ کو چومنے کی کوشش کی تو ناک کی نتھ ہونٹوں سے دب گئی۔زرینہ نے آہستہ سے رخسار سہلایا۔

''اتار دو......''شروانی کانوں میں پھسپھسائے......

زرینہ خاموش رہی ...... وہ ان کے سینے پر گٹھری بنی پڑی تھی ......پہلی بار ایک مرمریں جسم ان کی باہوں میں آیا تھا ...... وہ جیسے سدھ بدھ کھو رہے تھے ...... ایک بار پھر انہوں نے کانوں میں سرگوشیاں سی کیں ...... '' زرینہ......زرینہ......!''

''ہڑ...... ہڑ......ہڑ...... ہڑ......'' زرینہ نے جیسے ڈر کر اِدھر اُدھر دیکھا......شروانی بھی چونکے بغیر نہیں رہ سکے ......موٹر چلا تھا ...... پائپ میں زوروں کی تھرکن ہو رہی تھی ...... شروانی کے جی میں آیا زور سے چلائیں ......

''یہ میرے والد محترم ہیں ......کمرے کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ...... ہر وقت اپنے وجود کا احساس دلاتے ہوئے ......!'' لیکن وہ نفرت سے پائپ کی طرف دیکھتے رہے ......ساکٹ کے قریب پانی رسنے لگا تھا ......

''سارا فرش خراب ہوگا......''شروانی کا غصّہ اُبل پڑا۔

زرینہ اُٹھی۔میز سے پیالہ اُٹھا کر ساکٹ کے نیچے لگا دیا......

''گویا ہم رات بھر یہی کرتے رہیں......!''

زرینہ ہنس پڑی......شروانی بھی مسکرا دیئے......

زرینہ کی ہنسی میں دھوپ کی تمازت تھی۔شروانی کا غصّہ کافور ہوگیا......انہوں نے زرینہ کو پھر بانہوں میں کھینچ لیا......

زرینہ سب کے دل میں اُتر گئی......

خوب صورت......سلیقہ مند......ہنس مکھ......وفا شعار......!!

ماں تو جیسے بچھی جاتی تھیں ......زرینہ یہ کھالو......زرینہ وہ کھالو......زرینہ کیوں ہاتھ میلے کر رہی ہو......؟تمہیں کام کرنے کی ضرورت کیا ہے......؟زرینہ......زرینہ......

شروانی کو حیرت تھی کہ ایسی خوش روح برکت اللہ کے گھر میں کیسے پیدا ہوگئی......؟ اور فہیم الدّین نے اس کا انتخاب کیسے کیا......؟ وہ یقیناً زرینہ کی خوبیوں سے واقف نہیں ہوں گے...... ان کی نظر حاجی برکت اللہ کی دولت پر ہوگی ......شروانی کو حیرت تھی کہ دونوں میں اتنا یارانہ کیسے ہے......؟ ایک محکمہ تعلیمات کا اعلیٰ افسر اور دوسرا حریص تاجر......؟ شروانی کو لگتا کہ ان میں کوئی خفیہ سمجھوتہ ہے......ان کو معلوم تھا کہ حاجی برکت اللہ نت نئے لوگوں کو لے کر فہیم الدّین سے ملنے گھر آتا تھا اور یہی وہ دن تھے جب جسیم الدّن کے چرمی بیگ کا پیٹ پھولتا ہی جا رہا تھا۔

لیکن زرینہ شروانی کی جیسے ضرورت بن گئی تھی...... وہ ان کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں کا خیال رکھتی تھی۔ شروانی نوکری کا اشتہار دیکھتے تو وہ پوری دلچسپی لیتی۔ اخبار کے تراشے سنبھال کر رکھتی۔ لفافے پر ٹکٹ چپکاتی اور کامیابی کا یقین دلاتی۔ شروانی کبھی کبھی گم صم رہتے تو وہ پاس بیٹھ جاتی۔ بالوں میں کنگھی کرتی۔

''کیا سوچ رہے ہیں......؟''

''کچھ نہیں......!''

''سب ٹھیک ہو جائے گا......!''

''کیا......؟''

''نوکری مل جائے گی......!''

''میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا......!''

''جھوٹ......!''

''سچی......!''

''میرے بارے میں کیا......؟''

''تمہارے بارے میں یہ......!'' اور شروانی اس کو بانہوں میں کھینچ لیتے۔ زرینہ ہنستی ہوئی گود میں دہری ہو جاتی۔

''تم اتنی اچھی کیوں ہو......؟''

''اچھے تو آپ ہیں......!''

''نہیں تم......!''

''نہیں آپ......!''

''مجھے تم کہو......!''

''توبہ......آپ سرتاج ہیں......''

''کہاں پڑھا......؟ بہشتی زیور میں......؟''

''پڑھا تو کیا ہوا......؟''

''اور کیا پڑھا......؟''

''کچھ نہیں......!''

''ماہواری کے بارے میں پڑھا......؟''

''کیسی باتیں کرتے ہیں......؟''

''پڑھ کر دیکھو......! کیا لطف لے لے کر مولانا بیان کیا ہے......!''

''اس میں زندگی کے آداب سکھائے گئے ہیں......!''

''زندگی کے آداب یا جنس کے آداب......؟''

''توبہ کیجئے......!''

''آداب سکھانے کے بہانے مولانا نے لطف لے لے کر جنس نگاری کی ہے......!''

''جانے بھی دیجئے......''

''قدم قدم پر فحش الفاظ...... بتاؤں کیا کیا لکھا ہے......؟؟''

''مجھے نہیں سننا......!''

''یہ داڑھی والے ہوتے ہیں نہ......؟ ان سے بچ کر رہنے کی ضرورت ہے......!''

''اس طرح کیوں کہتے ہیں جی......؟''

''بچوں کو ان سے اُردو نہیں پڑھوانا چاہئے......!''

''کیوں......؟''

''اس بہانے یہ رہ رہ کر گال چھوتے ہیں اور بدفعلیاں کرتے ہیں......!''

''کوئی اور بات کیجئے......''

''حد تو یہ ہے کہ مذہبی کتابوں میں بھی جنسی اشتہار نظر آتے ہیں...... دین دنیا اور آستانہ میں تو ان کی بھرمار ہوتی تھی۔ جریانی پی لو...... مااللحم...... معجون مقوی...... معجون مرکب...... قوت باہ بڑھانے کی دوا...... کشتۂ اعظم...... ایسا لگتا ہے کہ طرح طرح کی جنسی بیماریاں اُردو معاشرے میں ہی ہوتی ہیں...... جنتری میں بھی یہی سب ہوتا ہے...... یہاں تک کہ پنڈت کوکا کا اصلی کوک شاستر بھی نظر آتا ہے۔''

''کوئی اچھی بات کیجئے......'' زرینہ جھنجھلا جاتی۔ لیکن اس کی جھنجھلاہٹ میں بھی جیسے چاشنی گھلی ہوتی...... شروانی اس کو اپنی باہنوں میں بھر لیتے اور کانوں میں فحش الفاظ دہراتے...... زرینہ کا چہرہ کانوں تک سُرخ ہو جاتا......

شروانی کو فحش کلامی میں عجیب لذّت ملتی تھی ......اکثر ان کو حیرت ہوتی کہ زرینہ ان کی کتنی اپنی ہے ......وہ اس کے ساتھ کسی طرح کی بھی گفتگو کر سکتے ہیں ......جس طرح چاہیں پیش آ سکتے ہیں ......ان کو لگتا کہ زرینہ کو انہوں نے جیسے اپنی پسلی سے پیدا کیا ہے کہ جب جی چاہا اس کو اپنے وجود سے باہر لایا ......اس کے ساتھ راس رچایا اور پھر خود میں ضم کر لیا......

زرینہ پر اپنی ملکیت کا احساس ان کو حجلہ عروسی میں ہوا تھا۔ ان آتشیں لمحوں میں جب وہ بے سدھ ان کے سینے سے لگی تھی ......اور پابستہ پرندوں کی پکار پر فطری قدم آگے بڑھا تھا ......صنف نازک کی طرف صنف بہتر کا پہلا قدم ......زرینہ تڑپ کر شروانی سے لگ گئی تھی اور آہستہ آہستہ سمندر کے زیرِ لب شور میں سانسوں کی مدھم سرگوشیاں ضم ہونے لگی تھیں......

وہ لمحہ زرینہ کا اچانک کرب سے تڑپ اُٹھنا ......اور شروانی کو پہلے قدم کی کامیابی کا احساس ......صنف بہتر کا صنف نازک پر ملکیت کا احساس تھا ......شروانی کو لگا انہوں نے فتح کر لیا ......فتح ......اور اب یہ چیز ان کی اپنی ہے۔
لیکن ستم ظریفی بھی اپنا وجود رکھتی ہے ......ہمیشہ گھات میں ہوتی ہے ستم ظریفی ......وقت کی دیوار پر چھپکلی کی طرح رینگتی ہوئی ......!!

ان دنوں جسیم الدائین کی چاندی تھی ......وہ ڈائرکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کا چرمی بیگ پھولتا ہی جا رہا تھا ......وزیرِ تعلیمات سے بھی اچھی ربط ضبط تھی۔ لیکن خود وزیر کی اعلیٰ کمان سے کچھ تنا تنی تھی ......وہ اعلیٰ کمان سے ''بھینٹ'' نہیں کر رہے تھے ......جسیم الدّین کو خدشہ تھا کہ وزیر کبھی بھی بدلے جا سکتے ہیں۔ کچھ تعلیمی ایسے بھی تھے جہاں سے فرضی سند جاری ہو رہے تھے۔ یہ معاملہ روشنی میں آیا تو وزیرِ تعلیم زد میں آ گئے۔ اعلیٰ کمان مسکرائے اور وزیر کے پی اے کے گھر چھاپا سی بی آئی کا پڑا ......کچھ جعلی دستاویز برآمد ہوئے اور دو ٹھسم ٹس گنی بیگ ......پی اے نے بیان دیا کہ رقم پارٹی فنڈ کے لئے جمع کی گئی ہے۔ وزیر نے دامن جھٹکا کہ یہ پی اے کا نجی معاملہ ہے۔
فسروں میں سراسیمگی تھی۔ جسیم الدّین بھی خوف زدہ تھے ......ایک دن خبر ملی کہ ان کے گھر کل ہی چھاپا پڑے گا۔ انہوں نے راتوں رات اپنا اثاثہ ایک سوٹ کیس میں بھرا اور حاجی برکت اللہ کے یہاں پہنچے۔ حاجی برکت اللہ سے ان کا گہرا یارانہ تھا۔ وہ ان پر بھروسہ کر سکتے تھے۔ سوٹ کیس بطور امانت ان کے پاس رکھا کہ کچھ دنوں بعد لے جائیں گے۔ زرینہ وہاں محرم کا چاند دیکھنے گئی ہوئی تھی۔ چھپکلی دیوار پر بہت اونچی رینگ گئی ......
جسیم الدّین کے گھر کوئی چھاپا نہیں پڑا۔ خطرہ جب ٹل گیا تو سوٹ کیس لینے برکت اللہ کے پاس پہنچے۔ وہ اس وقت نماز پڑھ کر اٹھے تھے اور تسبیح کے دانے کھٹکھٹا رہے تھے۔ تسبیح ختم کی اور مخاطب ہوئے۔

''کیسا سوٹ کیس......؟''

''کیسا سوٹ کیس......؟؟'' جسیم الدّین کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''آپ نے ایک خالی سوٹ کیس دیا تھا......!''

''خالی سوٹ کیس......؟ آپ ہوش میں تو ہیں......؟'' لیکن ہوش خود جسیم الدّین کے اڑ گئے تھے۔

''آپ نے ایک خالی سوٹ کیس دیا تھا جو میں نے زرینہ کو دے دیا۔''

''میں نے بھرا ہوا سوٹ کیس دیا تھا کہ کچھ دنوں کے بعد لے جاؤں گا......؟''

''جی نہیں!''

''شرم نہیں آتی......حاجی ہو کر بے ایمانی کرتا ہے......؟''

''خاموش!'' برکت اللہ گرجے۔

جسیم الدّین آپے سے باہر ہو گئے۔ حاجی برکت اللہ کی داڑھی پکڑ کر زور سے کھینچا۔

''یوراسکل......! سن آف بچ......!''

حاجی برکت اللہ نے ایک گھونسہ جسیم الدّین کے پیٹ میں جڑ دیا......جسیم الدّین درد سے بلبلائے......چاہا جوتا کھول کر ماریں لیکن برکت اللہ نے لات سینے پر جما دیا۔ جسیم الدّین زور سے چیخے......شور سن کر گھر والے جمع ہو گئے۔ پڑوسی کی کھڑکیاں بھی کھل گئیں......زرینہ کھڑی خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ جسیم الدّین زور کو دیکھ کر زور سے چلائے۔

''باسٹر! تجھے بیٹی کا بھی خیال نہیں! اب ساری عمر اس کو بیٹھا کر رکھ......''

حاجی برکت اللہ پھر گرجے۔

''خاموش بدتمیز......! دھمکی دیتا ہے......؟''

پڑوسیوں نے مشکل سے بیچ بچاؤ کیا۔

جسیم الدّین پیچ و تاب کھاتے ہوئے خالی ہاتھ گھر لوٹے اور جلتی ہوئی سلاخ شروانی کی روح میں پیوست کر دی۔

''باسٹرڈ برکت اللہ نے میرے ساتھ جو کیا وہ کمینہ سے کمینہ شخص بھی نہیں کرے گا۔ اب اس کے گھر سے رشتہ نہیں رہ سکتا۔''

شروانی سکتے میں آ گئے۔

''سن لو فہیم! تم اب زرینہ سے کبھی نہیں ملو گے......نہ ہی وہ اس گھر میں آئے گی......تم اس کو طلاق بھی نہیں دو گے......!''

''کچھ سن رہے ہو......؟؟'' ویلن پوری شدّت سے چلایا۔

شروانی کے سینے میں درد کی ایک پُر زور لہر اُٹھی۔ ان کو لگا وہ غش کھا کر گر پڑیں گے......

''تم میری اولاد ہو......میں نے تمہیں پیدا کیا......کیا تم میرے سینٹیمنٹ کا خیال نہیں رکھو

گے......؟؟''

''تم اب اس لڑکی سے کبھی نہیں ملو گے...... یو کین ناٹ ڈو دِس...... یو کین نیور...... دِس از مائی سینٹیمنٹ......''

''مائنڈ اِٹ فہیم......! دِس از مائی سینٹیمنٹ......''

''امی......!!'' شروانی کے منہ سے دل خراش چیخ نکلی...... وہ غش کھا کر گر پڑے...... ڈھان چو چلایا......

''ابا......ابا......ابا......'' اس کی آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں...... وہ دوڑ کر شروانی سے لپٹ گیا......

امی تھر تھر کانپتی رہیں...... پھر سجدے میں چلی گئیں......

''یا معبود......رحم کر......یا مولا......''

مولا رحم کرتا ہے۔ آدمی نہیں کرتا...... حاجی برکت اللہ نے اینٹی ڈاوری ایکٹ کے تحت جسیم الدّین پر مقدمہ دائر کر دیا...... تھانے میں سانحہ درج کرایا کہ جہیز کی رقم مانگنے آئے......رقم نہیں ملنے پر مار پیٹ کی اور لڑکی کو چھوڑ کر چلے گئے...... گواہ میں پڑوسی کے نام پیش کیے......

جسیم الدّین کی ضمانت نہیں ہو سکی...... وہ نوکری سے بھی برخاست ہوئے...... لیکن قدرت ایک دروازہ بند کرتی ہے تو دوسرا کھولتی ہے۔ شروانی کو واٹر ریسوسیس میں ملازمت مل گئی...... وہ اسٹنٹ انجنیر کی حیثیت سے پہلی بار سیتا گنج میں تعینات ہوئے۔

گھر کا بوجھ اب شروانی کے کاندھوں پر تھا۔ وہ جب گھر پر ہوتے تو ڈھان چو کی خاموش نگاہیں ان میں ان کی تنہائی ٹٹولتی تھیں...... وہ اکثر اپنے رخسار ان کے گالوں پر ٹکا دیتا ''...... بھیا...... بھیا......!!''

آج بھی جب وہ اداس لوٹتے تھے تو ڈھان چو کے پیار بھرے لمس سے شروانی کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئی تھیں......

''کتنا دسترس ہے بھائی تم کو احساسات پڑھ لینے میں......''

﴿۴﴾

شروانی نے دوسرے دن مرّمت مد سے دس ہزار کی رقم کی نکاسی کی اور ساز وسامان کے ساتھ ایک جونیر انجنیر کو مسز چگانی کے یہاں تعینات کیا۔ لیکن اُداسی ان پر طاری تھی۔ وہ بھی راجدھانی چلے آئے۔ یہاں ایک نجی کام بھی تھا۔ پی ایف سے قرض کی درخواست چیف آفس میں دی تھی اور سکریٹریٹ ایسی جگہ ہے جہاں سب کا عمال نامہ درج ہوتا ہے۔ یہاں زنجیر چپراسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے......

عرضی ابھی تک ڈائری نہیں ہوئی تھی ...... اس کام میں سو روپے خرچ ہوئے۔ لیکن جو کلرک فائل ڈیل کرتا تھا وہ اونچی چیز تھا۔ شروانی کو دیکھتے ہی اس نے تھالی بجائی۔

''ٹن......ٹن......''

''دو ہزار......''

''بہت ہے......!''

''ایک ہزار بڑا بابو لے گا......؟''

''پندرہ سو......''

''نہیں......!''

شروانی نے پرس نکالا

''سڑپ......!''

فائل ڈیل ہوئی......لیکن سیکریٹری کی ٹیبل تک کون لے جائے گا...... ؟ چپراسی کھینی ملتا رہا......

''ٹن......ٹن......بیس روپئے......!''

سیکریٹری بھلا مانس تھا۔ اس نے کوئی نہیں کی۔ لیکن فائل وہاں سے نکلی تو کھجور میں اٹک گئی۔ فنانشیل اڈوائزری کمیٹی کی صلاح ضروری تھی۔ وہاں کا ہیڈ کلرک اِترا کر چلتا تھا......

''دو ہزار......''

''پندرہ سو......'' شروانی گھگھیائے۔

''دو ہزار......''

''پلیز......!''

ہیڈ کلرک مسکرایا۔اس نے اوپر سے نیچے تک شروانی کو دیکھا۔

''آپ ورکس میں ہیں......؟''

''ورکس کہاں بھائی......سبھی نن ورکس ہیں......!''

''کیوں......؟''

''فنڈ کہاں......''

ہیڈ کلرک پندرہ سو پر راضی ہوا۔فائل کمنٹ کے بعد پھر سکریٹری کے پاس پہنچی۔ایک لاکھ منظور ہوئے۔شروانی نے راحت کی سانس لی۔لیکن کام ابھی بھی ادھورا تھا۔آرڈر ٹائپ ہونا باقی تھا......شروانی ٹائپسٹ کے پاس پہنچے۔

''ٹن......ٹن......دو سو......''

''ایک سو......''

''ٹن......ٹن......دو سو......''

''ڈیڑھ سو......''

''سڑپ......!''

ٹائپ شدہ ڈرافٹ دستخط کے لئے سکریٹری کے پاس گیا تو سیکشن میں نہیں لوٹا۔ شروانی بہت چھٹپٹائے کہ ڈرافٹ آخری مرحلے میں کہاں گیا......؟ معلوم ہوا کہ سیل کا بڑا بابو کنڈلی مارے بیٹھا ہے......کسی طرح دو سو روپے میں پنڈ چھوٹا......لیکن فائل تو چپراسی ہی لے کر سیکشن میں آتا ہے۔وہ سکریٹری سیل کا چپراسی تھا۔اس کا رتبہ بلند تھا۔وہ بیس روپے میں راضی نہیں ہوا...... پچاس روپے......فائل سیکشن میں لوٹی۔لیکن مورچہ ابھی بھی سر نہیں ہوا تھا۔ڈرافٹ پر آرڈر نمبر درج ہونا باقی تھا۔وہ اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔شروانی اس کی ٹیبل پر پہنچے......

''ٹن......ٹن......چار سو......!''

شروانی کو غصّہ آ گیا۔

''چار سو کس بات کے......؟ کوئی ٹھیکے دار کا بل ہے کیا......؟؟''

''ہاتھوں ہاتھ دینے کا قانون نہیں ہے......!''

''یہ میری جمع شدہ رقم ہے جو ہر ماہ تنخواہ سے جمع ہوتی ہے......''

''یہ بلیک منی کو وہائٹ کرنے کا طریقہ بھی ہے......!'' ایشو کلرک مسکرایا۔

''چار سو روپے صرف نمبر چڑھانے کے......؟''

''میں ڈاک سے بھیج دوں گا......!''

''دو سو......''

''آپ اپنی کاپی لے لیجیے......ٹریزری کاپی ڈاک سے جائے گی......''

شروانی کا ماتھا ٹھنکا۔ڈاک سے جانے کا مطلب ہے گم ہو جانا۔ایشو کلرک کسی طرح تین سو پر راضی ہوا۔ شروانی نے حساب لگایا......چار ہزار تین سو بیس روپے......آنے جانے کا خرچ الگ......!!اچانک شروانی کو اسٹور کیپر کے گلے میں پٹّہ نظر آیا......سالا دھڑلے سے پائپ بیچ رہا ہے......!! شروانی جہان نگری آئے تو سیدھا اسٹور گئے ۔اسٹور کیپر پائپ ناپ رہا تھا۔شروانی کو اچانک سامنے دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی۔اس نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ شروانی نے ایک نظر پائپ کے اسٹیک پر ڈالی۔کسی میں ساکٹ نہیں تھے۔

''ساکٹ کیوں نہیں ہیں......؟'' شروانی نے پوچھا۔

''ساکٹ چوری ہو جاتے ہیں حضور......اس لئے کھول کر رکھ لیا ہے۔''

''چوری ہو جاتے ہیں یا آپ لوگ بیچ دیتے ہیں......؟''

اسٹور کیپر نے جیب سے پچاس روپے کا نوٹ نکال کر چوکیدار کی طرف بڑھایا۔

''ٹھنڈا لاؤ......''

''اس کی ضرورت نہیں ہے......''شروانی نے ہاتھ کے اشارے سے چوکیدار کو روکا۔

''حضور پہلی بار آئے ہیں......!''

''ساکٹ کہاں گئے......؟''شروانی کا لہجہ تحکمانہ ہو گیا۔

اسٹور کیپر ان کو اندر لے گیا اور بوری دکھائی جس میں ڈیڑھ انچ کے ساکٹ بھر ہوئے تھے۔

''یہ بوری ابھی اسٹور میں ہے کل بازار میں جائے گی...... کیوں ......؟'' شروانی تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

''ایسی بات نہیں ہے سر......!''

''یہی بات ہے......! آپ کے پائپ ناپنے کا طریقہ بھی غلط ہے...... ہاف وی ساکٹ ناپنا چاہیے......''

''آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہو گا سر......!''

''فیتہ لائیے......!''

شروانی نے جیب سے اپنا اسٹیل ٹیپ نکال کر فیتہ چیک کیا۔فیتے میں ڈیڑھ انچ کا فرق تھا۔

''آپ کا فیتہ ہی فالٹی ہے۔اس طرح آپ ایک لینتھ پائپ میں ڈیڑھ انچ مار لیتے ہیں اور ساکٹ الگ......؟''

''حضور کام تو اسی طرح ہو رہا ہے اور میں آپ لوگوں کی سیوا میں ہر وقت تیار رہتا ہوں ......''

''آپ کے خلاف کمپلین ہے۔بیس سوتری منتری اسٹور کی انچ کریں گے......؟''

''حضور میں بھومی ہار ہوں اس لئے جانچ ہوگی۔یادو ہوتا تو جانچ نہیں ہوتی......''

دفتر کے چپراسی نے آ کر خبر دی منتری جی سرکٹ ہاؤس میں یاد کر رہے ہیں۔ شروانی دل ہی دل میں مسکرائے۔ شیطان کو یاد کرو تو شیطان حاضر ہو جاتا ہے......انہوں نے اپنا لہجہ سخت کیا۔

''آ گئے منتری جی......! کروا دوں انکوائری......؟''

اسٹور کیپر کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہیں تھی۔اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''اس سے پہلے جو ایگزیکٹو تھے حضور ان کی سیوا کر دیا کرتا تھا......حضور سے بھی بھینٹ کر لوں گا......''

''منتری جی آپ کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے۔کئی بار آپ کو بدلنے کے لئے کہہ چکے ہیں۔ ان کا کچھ ڈیمانڈ ہے۔فی الحال پانچ ہزار کا انتظام کیجیے......!''

''جو حکم......!''اسٹور کیپر مسکرایا۔

☆ ☆ ☆

شروانی سرکٹ ہاؤس پہنچے۔برآمدے میں کچھ سفید دھاری بیٹھے ہوئے تھے۔ کمل ناتھ منڈل کمرے میں تھا۔ شروانی کو اندر بلوایا۔وہاں ایک نوجوان بھی بیٹھا تھا۔اس کی شکل کمل ناتھ منڈل سے ملتی تھی۔لیکن وہ کھادی کے لباس میں نہیں تھا۔وہ شرٹ اور پتلون میں تھا۔اس نے شروانی کو پرنام کیا۔شروانی نے کمل ناتھ منڈل کو پرنام کیا۔

''ضلع میں شوچالیہ کی یوجنا تو ہوگی......؟''کمل ناتھ منڈل نے پوچھا۔

''جی ہاں!''

''کتنے شوچالیہ بنیں گے......؟''

''ایک ہزار......''

''فنڈ......؟''

''سینٹر سے تیس لاکھ روپے ملے ہیں۔''

''یہ کام ان کو دیجئیے ......'' کمل ناتھ منڈل نے نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔
''ہمارے یہاں صرف رجسٹرڈ ٹھیکہ دار ہی کام کر سکتے ہیں ......''
''سب بکواس ہے۔آپ کے یہاں صرف بھومی ہار اور راجپوت ہی کام کر سکتے ہیں آخر دلت کہاں جائے گا......؟''
''ان کو رجسٹریشن کرانا پڑے گا۔''
''آپ لوگ ڈپارٹمنٹل کام بھی تو کرتے ہیں......؟''
''جی ہاں!''
''تو ان سے کروائیے......؟''
''جونیئر انجنیر کرتا ہے۔''
''جونیئر انجنیر انہیں سے کام لے گا''
شروانی چپ رہے۔
''ایک بات سمجھ لیجیئے!اگر یہ کام نہیں کریں گے تو کوئی نہیں کرے گا...... وہ نکسلائٹ بیلٹ ہے۔جو ٹھیکہ دار جائے گا گاؤں والے مار بھگا دیں گے اور چندہ بھی دینا پڑے گا......!''
''مجھے انہیں کام دینے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔میں چاہتا ہوں کاغذ درست رہے۔''
''یہ آپ کا کام ہے۔''
''شوچالیہ ایسے لوگوں کے یہاں بنے گا جو غریبی ریکھا سے نیچے ہیں اور اس کی فہرست ڈی ایم سے ملتی ہے۔''
''فہرست مل جائے گی......!''
''ایک پرابلم اور ہے۔''
''کیا......؟''
''ہم لوگ سوئم سیوی سنستھان کو کام نہیں دیتے۔ہمارے یہاں کنٹریکٹ سسٹم ہے۔کام ٹینڈر کے ذریعہ ملتا ہے۔کنٹریکٹرا یگریمنٹ کرتا ہے......سیکوریٹی منی جمع کرتا ہے۔تب اس کو ورک آرڈر ملتا ہے......''
کمل ناتھ منڈل طیش میں آ گیا۔
ٹھیکہ داری پرتھا سامنت وادی پرتھا ہے۔سوئم سیوی سنستھان اس لئے بنی ہے کہ بے روزگاری کی سمسیا حل ہو......بی ڈی او آفس جا کر دیکھیئے ......جواہر روزگار یوجنا ہو یا کوئی

بھی یوجنا......سارا کام سوئم سیوی سنستھان کر رہی ہے......اور آپ لوگ نخرہ دیکھا رہے ہیں......؟''

''برے پھسے......!'' شروانی نے دل ہی دل میں سوچا......سالا کام کرے گا نہیں...... پیسہ کھا جائے گا......اور سسپنڈ ہوں گا میں......!''

''آپ کی یہ مشکل بھی آسان کر دوں گا......!'' یکا یک کمل ناتھ منڈل مسکرایا۔

''کیا......؟''

''میں آپ کے وبھاگ سے آدیش لا دوں گا کہ یہ کام سوئم سیوی سنستھا سے لیں......''

''مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے......؟ شروانی پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولے۔

وہ چلنے لگے تو نوجوان ان کو چھوڑنے گاڑی تک آیا۔

''منتری جی سے آپ کا سمبندھ......؟''

''چھوٹا بھائی ہوں سرکار......شیام لال منڈل......!''

''منسٹر کے بھائی ہوکر آپ ٹھیکہ داری کریں گے......؟''

''یہ تو سماج سیوا ہے حضور......'' منتری کے بھائی نے دانت نپوڑے۔

شروانی مسکرائے......''ڈوم شوچالیہ میں لکڑی کھاتا تھا......نیتا شوچالیہ میں چاندی اُگائے گا......

شیام لال دوسرے دن فہرست کے ساتھ حاضر تھا......اور شروانی دلدل کے بہت قریب تھے......ان کو یقین تھا کہ فہرست ان کی نہیں تھی جو غریبی ریکھا سے نیچے تھے بلکہ ان کی ہوگی جن کے گھروں میں شوچالیہ پہلے سے بنے ہوئے تھے......

شیام لال نے سمجھایا کہ فہرست ڈی ایم نے دی ہے تو ڈی ایم جانیں......اور ڈی ایم کی بھی کیا ذمہ داری ہے کہ یہ تو بی ڈی او نے بنائی اور بی ڈی او بھی کیا کرے کہ سروے تو پنچائت سیوک نے کی ہے......!

''لیکن میری تو ذمہ داری ہے کہ اس کی جانچ کروں......؟''

''حضور جب ڈی ایم نے دستخط کر دیا تو آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی......!''

شروانی کو لگا وہ کالک کی کوٹھری میں قید ہیں جہاں سے بے داغ نکلنا مشکل ہے۔

''کام جلدی ہو جاتا تو اچھا تھا۔ رات میں عورتوں کو میدان جانا پڑتا ہے۔''

''تیس لاکھ کا کام بغیر ٹینڈر کے کیسے ہوسکتا ہے......؟''

''حضور علاقہ نکسلائٹ کا ہے۔ دوسرا آدمی کام نہیں کرسکتا......!''

''لیکن سوئم سیوی سنستھا سے بھی ہم بغیر ٹینڈر کے کوئی کام نہیں لے سکتے ...... ایسا کوئی

قانون نہیں ہے......!''

''قانون......؟؟''شیام لال کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں......اس کا لہجہ بدل گیا۔

''بہت جلد یہ آدیش بھی مل جائے گا۔''وہ کُرسی سے اُٹھ گیا۔

شروانی نے گردن پر ناخن کی تیز دھار محسوس کی۔ان کو لگا ایک شکنجہ سا ان کے ارد گرد کسنے لگا ہے......قدم قدم پر سیاست کے بازی گروں کی مداخلت ......منڈلاتے گدھ......دھار دار پنجے......؟ شروانی عدم تحفظ کے احساس سے بھراُٹھے......ان کو وحشت سی محسوس ہوئی......وہ کام ادھورا چھوڑ کر دفتر سے اُٹھ گئے ......!لیکن کہاں جاتے ......؟

گھر......؟

گھر میں سنّاٹا تھا......ڈھان چوان دنوں خاموش تھا۔پہلے جب کبھی شروانی گھر پر ہوتے تو وہ ایک بار کمرے میں ضرور جھانکتا......کبھی کبھی کوئی شعر بھی گنگناتا۔لیکن اب تمام باتوں سے ایک دم بے نیاز تھا۔ہسٹری کی ایک موٹی سی کتاب اس کو ہاتھ لگی تھی۔وہ رات دن مطالعہ میں غرق رہتا......کبھی کسی عبارت کے نیچے پنسل سے لکیریں کھینچتا......کبھی ڈائری میں کچھ نوٹ کرتا......امی رات دن مصّلے پر بیٹھی تسبیح کے دانے کھٹکھٹاتی رہتیں اور جسیم الدّین بستر پر پڑے رہتے......ان کی آنکھوں میں گذشتہ پندرہ برسوں سے ایک خوف برف کی گٹھلی کی طرح جما ہوا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ فہیم اُدھر رجوع ہوں گے......؟ باپ اور بیٹے کی نگاہیں جب بھی ملتیں بیٹے کے لئے باپ کی آنکھوں میں ایک یہی پیغام ہوتا......اور شروانی ایک لجلجا پن سا محسوس کرتے......انہیں لگتا جیسے جال بنتی ہوئی مکڑی نے اپنا لعابِ دہن ان کے ہاتھوں پر مل دیا ہے......!

اور زرینہ......؟

زرینہ مستقل وہم کی طرح کمرے میں موجود ہوتی......!خصوصاً اس وقت جب شروانی تناو میں ہوتے اور زرینہ پہلو میں ہوتی ......بالوں میں انگلیاں پھیرتی اور پیار سے تسلی دیتی......

''ٹھیک ہو جائے گا......سب ٹھیک ہو جائے گا......!''

''کیا ٹھیک ہو جائے گا......؟ یہ سالے لُٹیرے......یہ سیاسی گُرگے......؟؟''

''اللہ کی حفاظت ہے......کیوں دل چھوٹا کرتے ہیں......!''

''اللہ......!''

''لٹکا دی گئی معصومیت انا کی سولی پر اور اللہ دیکھتا رہ گیا......!''

''مائنڈ اٹ فہیم......!یو کین ناٹ میٹ ہر......!یو کین نیور......!!!''

شروانی نے کچھ دنوں کی چھٹی لی اور راجدھانی چلے آئے۔ وہ کچھ دن گھر سے باہر گذارنا چاہتے تھے......تمام الجھنوں سے دور......وہ چیف آفس بھی نہیں گئے۔ ایک گمنام سا ہوٹل لیا۔ اصل میں زرینہ کی یاد ان دنوں شدّت سے آرہی تھی۔ وہ اس کے تصوّر میں کھوئے رہنا چاہتے تھے۔ یہ گھر پر ممکن نہیں تھا۔ بغل کے کمرے میں جسیم الدّین کے مسلسل کھانسنے کی آواز ان کے وجود کا احساس دلاتی تھی۔

شروانی کو لگتا جیسے وہ کھانس نہیں رہے ہیں فرمان جاری کر رہے ہیں کہ ''مائنڈ اٹ فہیم......! یو کین ناٹ میٹ ہر......! یو کین نیور......!''

شروانی ہوٹل کے کمرے میں بند ہو گئے......دھند کی تہیں آہستہ آہستہ جیسے دبیز ہوتی گئیں......اور شروانی نے دور کہیں خواب میں پکارا......

''زرینہ......زرینہ......!

زرینہ کی سسکیاں ابھریں......

''میں بے وفا نہیں ہوں......!''

''میری روح کی گہرائیوں میں ایک کیل پیوست کر دی گئی ہے زرینہ......! میں اس کا کیا کروں......؟''

''سرتاج! مجھے اپنے پاس بلا لیتے......''

''آپ کا سارا غم پی جاتی......''

''سارا دکھ اوڑھ لیتی......!''

''اف!'' شروانی تڑپ اُٹھے۔ زرینہ کو آغوش میں بھینچا......لب و رخسار پر بوسوں کی بارش کی......

''تمہیں کیسے سمجھاؤں......! میں تمہیں چھو بھی نہیں سکتا......''

''میرا کیا قصور......؟''

''تمہارا کوئی قصور نہیں!''

''مجھے کس گناہ کی سزا دی گئی......؟''

للّٰہ! مجھے اپنے پاس بلا لیجئیے......!''

''اف......!'' وہ پھر تڑپ اُٹھے......ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے......

زرینہ بھی سینے سے لگ کر بلکتی رہی۔

''ہر ذی روح کی قسمت میں ہے ایک نا کردہ گناہ کی سزا......''

شروانی نے زرینہ کی پلکوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے......زرینہ ان کی بانہوں میں کچھ اور سمٹ آئی......آہستہ آہستہ ان کی سانسیں تیز ہونے لگیں......

شروانی جلد ہی گہری نیند سو گئے......!!

﴿ ۵ ﴾

سی ایم کمپاؤنڈ میں جب درختوں کے پتّے زرد ہونے لگتے ہیں تو مسیحا ریلی منّظم کرتا ہے۔
اور اسٹیٹ میں خزاں کی آمد آمد ہے مرکز میں زمین سخت ہے اور آسمان سُرخ ...... مخالف سمت سے آنے والی ہواؤں میں شورش بڑھ گئی ہے۔ رہ رہ کر سیاہ بادل منڈلانے لگتے ہیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ مسیحا اپنے بازوؤں کی ابھرہوئی مچھلیوں کا مظاہرہ کرے...... مسیحا غریب اور پچھڑے طبقے کی مہا ریلی بلائی ہے۔
مسیحا کو ریلی کا تجربہ ہے۔ ۷۴ء کے آندولن میں اس نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا۔ ان دنوں بی جے پی کی آواز پر عوام لبیک کہتی تھی۔ انتظامیہ روڑے اٹکا تا رہ جاتا اور لوگوں کا جم غفیر گاندھی میدان میں امڈا چلا آتا۔ اب دور پٹّے اور زنجیر کا ہے۔ اب انتظامیہ تماشہ بھی ہے اور تماشائی بھی اور دور ریلیوں کا ہے...... ریلیاں ہی ریلیاں ...... منڈل کمیشن سمرتھن ریلی ...... غریب ریلی ...... بھنڈا پھوڑ ریلی ...... سد بھاؤنا ریلی ...... پچھڑا ورگ ریلی ...... کرمی چیتنا مہا ریلی ...... مہنگائی ورودھی ریلی ...... ایک جٹتا ریلی ......
تیاریاں زور وشور سے شروع ہوگئی ہیں۔ ایم ال اے اور ایم پی اپنے اپنے علاقے میں تعینات ہیں۔ بھیڑ جٹانے کا کوٹا طے ہوگیا ہے۔ رضا کار فعال ہو گئے ہیں۔ اسٹیٹ بھر میں چندہ وصولی کی مہم شروع ہوگئی ہے۔ فہیم الدّین شروانی روپوش ہوگئے ہیں لیکن ان کا اسٹینٹ انجنیر پکڑا گیا ہے۔ اس سے بیس ہزار کی رقم وصول کی گئی ہے۔ پی ڈبلو ڈی والوں نے پنڈال میں بھوجن کرانے کا ذمہ لیا ہے۔ بیوپاریوں اور دکانداروں کے علاوہ مقامی افسروں کی بھی فہرست تیار کی گئی ہے۔ بڑے بیوپاریوں سے منسٹر اور ایم ال اے بات کرتے ہیں اور چھوٹے دکانداروں سے رضا کار نپٹتے ہیں کچھ ایک شٹر گرا کر بیٹھ گئے ہیں لیکن جن کا فون نمبر دستیاب ہے وہ کہاں جائیں گے......؟
اس دوران یہ خبر شائع ہوئی کہ جبراً چندہ وصول کیا جارہا ہے۔ لیکن فوراً اس کی تردید میں ایک بیان بھی شائع ہوا ہے کہ ایسی کوئی رپورٹ تھانہ میں درج نہیں ہے بلکہ غریبوں کی لڑائی پر یقین رکھنے والے ہنسی خوشی تعاون کررہے ہیں۔

ضلع انتظامیہ نے اسکول پر قبضہ جما لیا ہے تا کہ حفاظتی دستہ وہاں قیام کر سکے پرائیوٹ اسکول بھی بند کر دیے گئے ہیں۔نزدیک کے ضلعوں سے پندرہ کمپنی حفاظتی فورس منگوا لیا گیا ہے جس میں ملٹری پولیس اور نیم فوجی دستہ بھی شامل ہے۔مسیحا کا خیال ہے کہ راستوں اور گاندھی میدان کی حد بندی کے دوران حفاظتی دستہ کو موجود ہونا چاہئے تا کہ انتظام چست درست ہو سکے۔

گاڑی پکڑوا بھیان بھی جاری ہے۔رضا کار جیپسی وین میں لدلد کر بس اسٹینڈ پہنچ رہے ہیں۔بس کو مسافروں سے خالی کروا رہے ہیں۔جو ڈرائیور چلنے کو تیار نہیں ہوتا اس کی پٹائی ہو جاتی ہے۔ایک بڈھا خواہ مخواہ پٹ گیا ہے۔

پہلے دن ستر بسیں ضبط ہوئیں۔تیس گیٹ نمبر سات سے......لیکن بھارت ٹریولز کا مالک اڑ جاتا ہے اس کے آدمی بھی ہتھیار سے لیس ہیں۔مسیحا کے رضا کار اس وقت تو لوٹ جاتے ہیں لیکن کچھ دیر بعد کمک لے کر آدھمکتے ہیں۔اس دوران بھارت ٹریولز کا مالک اپنی بس کے ساتھ فرار ہو چکا ہے۔بس اڈّے پر ہو کا عالم ہے۔

گاندھی میدان کی طرف جانے والی سڑکیں پوسٹر بینروں اور ہورڈنگوں سے پٹی پڑی ہیں۔جگہ جگہ بلند دروازے بنے ہیں۔مہاتما گاندھی دروازہ......سردار بلبھ بھائی پٹیل دروازہ......امبید کر دروازہ...... جے پرکاش نارائن ......سبھاش چندر بوس......برسا منڈا......پیر علی......بی پی منڈل اور سیمانت گاندھی دروازہ......

ریلی کی تیاری اب آخری مرحلے میں ہے۔رہنماؤں نے گاندھی میدان میں میٹنگ کی ہے۔میٹنگ میں ضلع مجسٹریٹ کے علاوہ واٹر بورڈ اور پی ڈبلو ڈی کے انجنیر بھی موجود ہیں۔اس بار منچ اور گھیرا بندی کے کرتا دھرتا بدل گئے ہیں۔گھیرے کا دائرہ پہلے کی بہ نسبت بڑھا دیا گیا ہے اور آخری سرے تک حد بندی کی گئی ہے جب کہ پہلے حد بندی کم دور تک تھی اور لوگ میدان میں گاڑیاں لے کر پہنچ جاتے تھے۔اس بار گاڑی سے اندر آنا مشکل ہوگا۔منچ کے سامنے والے گھیرے میں تار کی جالی لگائی گئی ہے۔دوسرے رہنما بھی معائینہ کر رہے ہیں۔لیکن پی ڈبلو ڈی کا منتری کہیں نظر نہیں آتا۔جب سے الکترہ معاملے کی تفتیش سی بی آئی نے شروع کی ہے مسیحا اس کو اچھوت سمجھ کر کترانے لگا ہے۔

منسٹروں کے یہاں پنڈال گر گئے ہیں۔سب سے بڑا پنڈال کمل ناتھ منڈل کا ہے۔یہاں لونڈا ناچ ہوگا اور چوڑا،ستو،سبزی پوری اور دال بھات بھی ملے گا۔راج مارگ کے پنڈالوں میں کئی ٹن ڈالڈا،آٹا،چاول چینی، میدا بھر کر رکھ دیے گئے ہیں۔بڑے بڑے چولہے بھی بنائے گئے ہیں۔گاندھی میدان کا پنڈال بھی بہت بڑا ہے یہاں لاکھوں لوگوں کے رہنے کا انتظام ہے۔اسٹیشن کے قریب ناچ گانے کا الگ انتظام ہے۔منسٹر کی کوٹھی میں ڈبہ بند کھانا بھی ملے گا۔مسیحا خوش ہے کہ واٹر بورڈ نے پانی کا تشفی بخش انتظام کیا ہے۔گاندھی میدان میں پائپ کا

جال بچھا دیا گیا ہے۔جگہ جگہ ٹرک پر لدے پانی کے ٹینکر ہیں۔ پانی پمپ کرنے کے لئے مشین بھی لگائی گئی ہے۔ پارٹی کا کلچرل ونگ بھی فعال ہے۔لوک گیت اور سانسکرتک کارج کرم بھی ہوں گے......تھینا پہ گولی مارے...... بجلی بائی کی گائن منڈلی بھی آئی ہے۔مایا سنگیت کمپنی نے گیتوں کا نیا کیسیٹ جاری کیا ہے۔

دلی سرکار ہے جی

ان کو ہٹانا ہے جی

سمئے کی پکار ہے جی

۲۴/ اکتوبر آ پہنچا۔شہر دلہن کی طرح سجا ہے۔خوب صورت ہری جھنڈیاں ...... دل آویز بلند دروازے ...... ہورڈنگ اور بڑے بڑے کٹ آؤٹ ...... ہورڈنگ کا سلسلہ ایر پورٹ سے ہی شروع ہو گیا ہے۔گاندھی میدان میں منچ کی بھی رنگائی ہوئی ہے۔بانس اور بلّے بھی رنگے گئے ہیں۔دور تک لاؤڈ سپیکر کا جال بچھا ہے۔سبز اور سفید کپڑوں سے بنا ہوا گاندھی میدان کا اونچا پنڈال ......اونچے بلوں پر لگے ہوئے ٹیوب لائٹ ......دکانیں صبح سے ہی بند ہیں۔جنتا جاگرن منچ کے سبھا پتی نے سائکل جلوس نکالا ہے۔سبھا پتی نے ہری جھنڈی دکھائی اور جلوس روانہ ہوا۔کرشن روڈ سے نکل کر پھول چند پتھ اور ویر مارگ سے ہوتا ہوا شہید چوک پہنچا ہے اور پھر وکرم مارگ سے نکل کر گاندھی میدان کی طرف بڑھ رہا ہے۔کلا کاروں کا جتھا سنسکرتی پرکوشٹھ کے بینر تلے سڑکوں پر تعینات ہے۔کیسیٹ زور زور سے بج رہا ہے۔

مسیحا کی شکتی بڑھایا کرو

ریلی میں گھر سے آیا کرو

لوگ بینڈ باجے کے ساتھ سڑکوں پر اتر آئے ہیں۔سبھی نیتا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنا اپنا وزن دکھا رہے ہیں۔ کوئی ہاتھی پر چڑھ کر آ رہا ہے۔کوئی اونٹ پر کوئی بینڈ باجے کے ساتھ......کوئی نچنیا کے ساتھ......

زیادہ بھیڑ راج دھانی کی جنوبی سمت سے آنے والوں کی ہے۔ یہاں الٹا پل کے جنوبی سرے کی کمان دلت سیوا سنگھ کے ادھیکش نے سنبھال رکھی ہے۔ بڑے بڑے کٹ آؤٹ کے بیچ ادھیکش سائکل پر سوار ہے۔نعرے بلند ہو رہے ہیں ......ٹرک ......کار ...... ماروتی ......جیپس اور بسیں بھی گاندھی میدان کی طرف بڑھ رہی ہیں۔سڑک آدمیوں سے بھر چکی ہے۔ ایک جتھا آدی باسیوں کا ہے ......بدن پر مختلف نقش و نگار اور چہرے پر مکھوٹا......مور کے پنکھ اور ڈھولک کے ساتھ چھونرتہ کرتے ہوئے ......عورتیں اور بچے بھی مکھوٹا پہننے والوں میں شامل ہیں۔ان کے ہاتھوں میں اسٹیٹ کے بٹوارے کے خلاف تختیاں ہیں۔

پردیش پان کرشک سنگھ کا جتھا چوک کے قریب گیا اس کے ساتھ چورسیا سماج کے لوگ بھی بھاری تعداد میں ہیں۔

پردیش کمہار سمنوئے ،موسہر سیوا سنگھ اور اکھل بھارتیہ دلت سیوا سنگھ کی جماعت راج مارگ پر نعرہ لگاتی چل رہی ہے ۔ پیچھے پیچھے سماجک نیائے مہیلا مورچہ کی عورتیں بھی جھنڈی اُٹھائے چل رہی ہیں ۔ بندبیل دار سمودائے جن جاگریتی مورچہ اور سمپورن سماجک نیائے مورچہ اور مہانگر سونار سنگھ کے لوگ بھی پھول چند پتھ سے نکل کر وکرم مارگ میں داخل ہو گئے ہیں ۔جن گنا چھٹنی کرم چاری سنگھ کی جماعت بھی ساتھ ساتھ چل رہی ہیں ۔ کیسیٹ بج رہے ہیں ۔

مسیحا نے بلایا ہے

گاندھی میدان چلو

لے کے ارمان چلو

راجدھانی میں رہنے والے رضا کار بھانگڑا رقص کرتے ہوئے گاندھی میدان کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔ یہ پولیس کی جیپ اور موٹر سائیکلوں پر بھی نظر رہے ہیں ۔ بھاری گاڑیوں کی انٹری پر روک ہے ۔لیکن رضا کاروں کی گاڑیاں سبھی روٹوں کو توڑتی پھوڑتی آگے بڑھ رہی ہیں ۔ یار پور گمٹی نمبر ۲ کے پاس بیریر کی وجہ سے بڑی گاڑیاں گمٹی نمبر ۵ سے پار کر گئی ہیں ۔مسیحا کی گاڑی بھی گاندھی میدان پہنچ گئی ہے ۔اقلیت کے لوگوں نے مسیح کو گلاب کی بھاری بھرکم مالا پیش کی ہے اور خاص طور پر بنائی سبز رنگ کی ٹوپی پہنائی ہے ۔

پریس گیلری میں رضا کاروں نے قبضّہ کر لیا ہے ۔وی آئی پی گلیارے میں گھسنے کے لئے پولیس کے ساتھ مقامی نیتاؤں کی جھڑپ ہوگئی ہے ۔مسز چگانی مہیلاؤں کے ایک جتھے کے ساتھ گیٹ پر پہنچی ہیں ۔ پولیس کے نو جوانوں نے روکنے کی کوشش کی ہے ۔وہ الجھ پڑی ہیں ۔ کچھ دیر بعد چمن لال چینچل نے مداخلت کی ہے اور مسز چگانی کو اندر گھسنے کا موقع مل گیا ہے ۔

منچ کے نیچے ایک ودھایک موبائل فون لئے وی آئی پی گلیارے میں ٹہل رہا ہے ۔ سی بی آئی کی مخصوص عدالت اس کی گرفتاری کے لئے غیر ضمانتی وارنٹ جاری کرے چکی ہے ۔کچھ منتری اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کانا پھوسی کرتے ہیں ۔منچ پر جلوہ افروز نیتاؤں کے لئے حفاظتی دستے طعینات ہیں ۔

تین بج چکے ہیں ۔میدان کا نصف حصّہ بھی بھر جائے گا لیکن گاندھی میدان کا پیٹ اتنا بڑا ہے کہ لوگ اس میں سما جاتے ہیں اور میدان کا آدھا حصّہ خالی رہ جاتا ہے......

یہ جن سیلاب دلی پر قبضہ کرے گا......

نیتا کا بھاشن شروع ہوتا ہے ۔کچھ لوگ پیڑ پر چڑھ کر سن رہے ہیں ۔پچھلی ریلی میں پیڑ کی ڈال ٹوٹ گئی تھی ۔میدان کے بیچوں بیچ مہاتما گاندھی کی مورتی ہے ۔مورتی کے چاروں طرف سنگ مرمر کے ستون ......اور ستون کے سرے پر

لوہے کا بنا گیٹ ...... گیٹ کے باہر نیم دائرے میں کھڑی جنتا جناردن ......ایک سفید پوش بھی بیٹھا نظر آرہا ہے ......لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں ......

کون ہے......؟

اسٹین گن لئے حفاظتی جوان پھسپھساتا ہے۔

''منتری جی ہیں......''

منتری جی سمرتھکوں کے بیچ بیٹھے ہیں اور اخبار پڑھ رہے ہیں۔ اچانک بوندا باندی شروع ہو جاتی ہے۔ رضا کار منتری جی پر چھتری تان دیتا ہے۔ مسیحا کی آواز مائیک پر ابھرتی ہے۔

''چھتری بند کرو...... ہماری لڑائی منووادی اندر سے ہے۔ ہمیں انگلی پر دھرتی اُٹھانی ہے......'' مسیحا کرشن کی طرح انگلی اُٹھاتا ہے۔ یہی انداز کٹ آوٹ میں بھی ہے۔ لیکن کرشن نے نندن پربت کنشٹھا پر اُٹھایا تھا۔ مسیحا ترجنی انگلی اوپر اُٹھاتا ہے۔ لوگ ہنستے ہیں لیکن چھتری بند نہیں کرتے۔ کچھ لوگ بھاگ کر پیڑ کے نیچے آجاتے ہیں۔ مزدور عورتوں کی ٹولی سر پر پولیتھین تان لے تی ہے۔ منچ سے نیتاؤں کا کڑک بھاشن جاری ہے۔

''ہمارے مسیحا کی طرف اگر کوئی انگلی اُٹھی تو کاٹ لی جائے گی۔''

''اگر مسیحا کو بے عزّت کیا گیا تو خون کی ندی بہہ جائے گی......''

''چھتری سامنت واد کا پرتیک ہے۔ چھتری لگانے والے فرقہ پرستی کے خلاف نہیں لڑ سکتے ......''

بوندا بوندی رُک گئی۔ اغل بغل چھترائی بھیڑ پھر میدان کی طرف بھاگتی ہے۔ کچھ لوگ بھیگی گھاس پر بیٹھ کر مونگ پھلی کھا رہے ہیں۔ مونگ پھلی کھانا اور بھاشن سننا ساتھ ساتھ جاری ہے۔ میدان کے ٹھیک سامنے گھیرا بندی کا پختہ انتظام ہے۔ اس کے پیچھے بجلی بائی کی گائن منڈلی ہے۔ پاؤڈر پتا چہرہ کار کی کھڑکی سے جھانک رہا ہے...... ہونٹوں پر لپ اسٹک کی سُرخ تہیں ...... وہ بار بار جھپکی لیتی ہے...... بار بار ناچتے ناچتے تھک گئی ہے۔

بوندا باندی کم ہونے سے امس بڑھ گئی ہے۔ سورج بادلوں کی اوٹ سے جھانکنے لگا ہے۔ لوگ پسینے سے لت پت ہیں۔ میدان میں خوانچے والے بھی کھڑے ہیں۔

''انناس کا رس......''

''دس روپے......''

''مہنگا ہے......''

دکھن موچی جیب ٹٹولتا ہے...... ریلی میں آنے کے دس روپے ملے ہیں...... کھانا الگ...... ریلی کی وجہ سے دام بڑھ

گیا ہے۔ یہ مہنگائی ورودھی ریلی ہے۔ مسیحا کی تقریر شروع ہوتی ہے۔ جو لوگ بیٹھے ہیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چھترائی بھیڑ میدان کی طرف بھاگتی ہے۔

''آزادی کی جنگ سے تین باتیں پیدا ہوئیں۔ دھرم نرپیکچھتا، لوک تنتر اور سماجک نیائے۔ گاندھی جی کی رہنمائی میں تینوں باتیں اُبھر کر سامنے آئیں۔ لیکن آج کی راج نیتی نے سیکولرزم پر کڑا پر ہار کیا ہے۔ یہ حملہ اگر جاری رہا تو بھائیوں دیش میں اراجکتا پھیل جائے گی اس کے لئے بی جے پی ذمّہ دار ہے۔ بی جے پی کا اصل چہرہ اجودھیا کے مسئلے پر سامنے آ گیا ہے......''

بھیڑ خاموش ہے۔ نعرے نہیں لگاتی۔ بیچ بیچ میں تالی بجا دیتی ہے۔ مسیحا کی کڑک آواز مائک پر مسلسل ابھر رہی ہے۔

''یہیں سے گاندھی اور جے پی نے آندولن شروع کیا تھا۔ بعد میں نکسل باری کا آندولن بھی یہاں سے شروع ہوا۔ فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف ہمیں گول بند ہونا ہے۔ بی جے پی سرکار نے بم پھوڑ کر مہنگائی بڑھا دی ہے اور بھارت کو سنسار سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ میں جنتا کی عدالت میں سوگندھ کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کوئی بے ایمانی نہیں کی۔ میں نے دنگے کو روکا۔ آر اس اس اور بھاجپہ کے بھوشہ کو ختم کر دیا۔ مجھ پر گنوار ہونے کا الزام ہے۔ بھائیو! یہی گنوار پن ہماری طاقت ہے۔ ہم سنسد میں کوئی بھی غریب اور دلت ورودھ قانون پاس ہونے نہیں دے گے......''

تالیوں کی گڑگڑاہٹ......لیکن زیادہ شور بھیڑ کے اس حصّے میں ہوتا ہے جو منچ کے قریب ہے۔ مقامی نیتا شکریئے کی رسم ادا کرتا ہے۔ بھیڑ چھٹنے لگتی ہے......

ریلی کے دو دن بعد فہیم الدّین شروانی جہان نگری میں نمودار ہوئے۔ دفتر پہنچے تو سب کی زبان پر ریلی کا ہی چرچا تھا۔ رمیش یادو ''بیک وارڈ'' اسٹاف کے ساتھ برآمدے میں بیٹھا تھا۔ شروانی کو دیکھ کر سب کُرسی سے اُٹھ گئے اور پرنام کیا۔ شروانی نے جواب میں سر کو جنبش دی اور اپنے چیمبر میں آئے تو رمیش یادو بھی پیچھے پیچھے آیا۔

''آپ نے ریلی دیکھی سر......؟''

''دیکھی......''

''ادبھُت ریلی......دس لاکھ آدمی......''

''یہ ریلی نہیں ریلا تھا......''

''شکتی پردشن......کیندر چاہتا ہے کسی طرح یہاں کی سرکار گر جائے لیکن مسیحا نے دکھا دیا کہ

جن آدھا راس کے ساتھ ہے۔''

''ریلی میں ایک بات میں نے محسوس کی کہ سبھی بینر دلت اور پچھڑی جاتی کے تھے۔ فارورڈ کاسٹ کہیں نظر نہیں آیا......''

''وہ لوگ بی جے پی کی ریلی میں جائیں گے سر......''

''لیکن حکومت تو ہمیشہ فارواڈ نے ہی کی ہے'' شروانی مسکرائے۔

''وہ دن لد گئے کہ رانی کے پیٹ سے راجہ پیدا ہوتا تھا، اب دلت چیتنا جاگ اُٹھی ہے۔ اب نہیں چلے گا ووٹ تمہارا راج ہمارا......'' رمیش یادو کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

رگھوناتھ پانڈے فائل لے کر آئے۔

''آپ نے ریلی دیکھی......؟''

''ریلی تو پرشاسن نے نکالی سر......بجلی پانی بانس بلّہ سب تو پرشاسن نے دیا۔ جبراً چندہ وصول ہوا۔

''بسیں ضبط ہوئیں......''

''ایسی بات نہیں ہے......رمیش یادو چڑھ گیا۔

ایک لمبے قد کا آدمی چیمبر میں داخل ہوا......سلک کُرتے میں ملبوس...... ماتھے پر تلک کا بڑا سا نشان ......تلوار کٹ دھوتی......اور کندھے سے جھولتا ہوا گیروئے رنگ کا انگوچھا......اس کا سینہ چوڑا اور کمر تپلی تھی۔شروانی نے محسوس کیا کہ وہ چیمبر میں داخل ہوا تو اینٹھ کر چل رہا تھا۔ دو آدمی اور تھے......ایک کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی، دوسرا گنجا تھا۔اس کے گلے میں کنٹھی تھی۔تینوں کی کلائی میں دھاگہ بندھا ہوا تھا۔وہ آتے ہی کُرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔

''یہاں گاؤں میں یگ ہو رہا ہے۔''

''معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں......؟''

''میں وشو ہندو پریشد کا ضلع ادھیکش ہوں۔''

''یہ تو عہدہ ہوا......حضور کا اسم گرامی......'' شروانی مسکرائے۔

ضلع ادھیکش کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے جھنجھلاہٹ کے آثار نمایاں ہوئے۔اغل بغل میں بیٹھے رضا کار نے کُرسی پر پہلو بدلا۔

''مجھے رما کانت جھا کہتے ہیں۔''

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔''

''چمن پورا گاؤں میں یگیہ ہو رہا ہے۔آپ تین ہینڈ پمپ لگا دیجئے۔''

''یہ کام ضلع مجسٹریٹ کا ہے۔''

''اور آپ......؟''

''ہم وہیں ہینڈ پمپ لگاتے ہیں جہاں وبھاگ آدیش دیتا ہے۔''

''یہ تو دھرم کرم ہے۔ہم اپنے گھر میں لگانے کے لئے تو نہیں کہہ رہے ہیں۔''

''دھرم کرم ہو، ایمرجنسی ہو یا سنسکرتیک کارج کرم۔ یہ ضلع پرشاسن کے تحت آتا ہیں۔''

رمیش یادو نے مداخلت کی۔شروانی کو راحت محسوس ہوئی۔

''اگر ضلع مجسٹریٹ سے آدیش مل جائے تو......؟''

''تو میں فنڈ مانگوں گا۔فنڈ ملے گا تو کام ہو جائے گا۔''

''آپ دوسرے ڈھنگ سے مدد کیجئے......!'' کنٹھی والا رضا کار بولا۔شروانی کو محسوس ہوا کہ سامنے والا شخص ان کے گلے میں پٹّہ دیکھ رہا ہے۔

''کیسی مدد......؟'' شروانی کا لہجہ دھیما تھا۔اور زنجیر کس گئی......

''بانس بلّہ کھان پان بہت خرچ ہے......''

''دس تاریخ کو بھاجپا کا کیمپ بھی لگے گا......'' اھیکش معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

''کچھ مدد کیجئے سر!'' اس بار داڑھی والا رضا کار بولا۔

شروانی خاموش رہے۔

''ہمارے کارکرتا آپ سے ملیں گے......''

ادھیکش کُرسی سے اُٹھ گیا۔رضا کار بھی اُٹھ گئے۔ان کے جانے کے بعد رمیش یادو شروانی سے مخاطب ہوا۔

''دیکھا سر آپ نے آسانی سے ٹال دیا کہ فنڈ نہیں ہے۔اسٹیٹ میں اگر بی جے پی کی حکومت ہوتی تو آپ کو جیب سے یہ ٹیوب ویل کروانے پڑتے۔''

شروانی کچھ کہنا چاہ رہے تھے کہ رگھوناتھ پانڈے رمیش یادو سے الجھ گیا۔

''یگیہ کون کروا رہا ہے......؟''

''وشو ہندو پریشد والے۔''

''کیوں یہ کام دلت کیوں نہیں کرتا......؟''

''اب یگیہ تو براہمن ہی کرے گا......''

رگھوناتھ پانڈے کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہی ہے منوواد...... براہمن نے اپنی ذہنی برتری ثبت کر دی ہے۔ آپ براہمن کی ذہنی غلامی پر مجبور ہیں......''

''اسی لئے تو براہمن واد کے خلاف جہاد چھیڑا ہے۔'' رمیش یادو چڑھ کر بولا۔

''معاف کیجئے گا...... یہ جہاد نہیں ہے...... یہ جاتی گھرنا ہے...... کاسٹ ہیٹرڈ...... آپ لڑ نہیں رہے ہیں...... آپ نفرت پھیلا رہے ہیں ......منوواد کو ختم ہونا چاہئے......لیکن اس لڑائی میں جب تک اونچی ذات کے لوگ شامل نہیں ہوتے یہ لڑائی جیتی نہیں جا سکتی۔ خود براہمن ہی براہمن واد کو ختم کر سکتا ہے......''

''لیکن اونچی ذات والے خود اپنے ہی خلاف کیوں لڑیں گے......'' شروانی بیچ میں ٹپک پڑے۔

''اپنے خلاف لڑنے کا سوال نہیں ہے......سوال ہے سسٹم کے خلاف لڑنے کا......لڑائی براہمن واد کے خلاف ہونی چاہئے...... براہمن فرد کے خلاف نہیں......''

''جاتی پرتھا ختم ہونی چاہئے......'' شروانی بولے۔

''یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ جاتی واد کبھی ختم نہیں ہوگا۔ ہندو ہونے کا مطلب ہے کسی جاتی کا ہونا...... جاتی ویوستھا براہمن واد کا دوسرا نام ہے جس کا ہتھیار ہے اندھ وشواس جھوٹ اور اہنسا......'' پانڈے کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ شروانی اسکو حیرت سے دیکھتے رہے تھے۔

''چانکیہ نے ارتھ شاستر میں لکھا ہے کہ حکومت قائم رکھنے کے لئے عوام کو اندھ وشواس کے کنو چکر میں پھنسائے رکھو...... کسی جگہ چپکے سے بھگوان کی مورتی رکھ دو اور مشہور کر دو کہ بھگوان پرکٹ ہوئے۔ گنیش جی کو دودھ پلانے کی کوشش ایسی ہی تھی جس میں اڈوانی نے بھی دلچسپی لی۔ اس طرح براہمن اپنی اوّلیت قائم رکھتا ہے۔''

''پانڈے جی آپ براہمن ہو کر بھی......''

''میں نے دلت میں شادی کی ہے۔ لیکن منووادی ویوستھا میں میرا بچہ براہمن نہیں رہا۔ وہ چنڈال ہو گیا ہے۔ میں اپنے بچے کا باپ نہیں ہوں ...... میں چنڈال کا باپ ہوں ...... ہاہاہا...... ہاہاہا......''

پانڈے زور سے ہنسنے لگا اور فہیم الدّین شروانی جھرجھری محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے......

☆ ☆ ☆

شروانی پھر روپوش ہو گئے ......اب چندہ کون دیتا پھرے......؟ بی جے پی کا کیمپ لگنے والا تھا اور مالے والے بھی جلوس نکال رہے تھے۔ عافیت اسی میں تھی کہ کہیں چھپ جاؤ......لیکن ملّا کی دوڑ مسجد تک شروانی پھر راجدھانی چلے آئے۔

راجدھانی کی سڑکوں پر سُرخ بتی والی گاڑیوں کی لمبی قطار ہوتی ہے اور پیچھے لکھا ہوا ہوتا ہے ''پاور بریک'' ...... پیچھے ہٹو...... مارے جاؤ گے......!

یہاں ہر دوسرا ایم ال اے منتری ہے......ایک سوبیس منتری......باقی سمیتیوں کے ممبر ہیں لیکن درجہ منتری کا ہے۔ شوفر سمیت گاڑی اور ڈھائی سو لیٹر مفت پٹرول......طبی امداد......مکان بھتّہ......ٹیلی فون......ایک نجی سکریٹری ......ایک سنیر کلرک......ایک جونیر کلرک......دو چپراسی......یہ ہوائی سفر کے بھی حق دار ہیں......صرف بھتّہ معمولی ہے......اسٹیٹ کے اندر چالیس روپے اور اسٹیٹ کے باہر پچاس روپے یومیہ......سرکاری گیسٹ ہاؤس میں قیام و طعام......مقامی انتظامیہ بھی الگ سے گاڑی کی سہولتیں فراہم کرے گی......ایک منتری پر سرکار کا ایک لاکھ روپے ماہانہ خرچ......ایک سوبیس منتری یعنی بارہ کروڑ روپے ماہانہ......اور اسٹیٹ کا خزانہ خالی ہے......ٹیچر کو تنخواہ نہیں ملتی......کرمچاری کی مانگیں پوری نہیں ہوسکتیں......لیکن ایم ال اے کو پنشن ملے گی ہارے ہوئے ایم ال اے بھی نصف پنشن کے حق دار ہیں......اور منتری ودیش بھی جائیں گے......کیبینٹ نے ودیش بھرمن بھتّہ کی منظوری دے دی ہے......نصف سے زیادہ ودیش جاچکے......باقی پر تول رہے ہیں۔ فی منتری تین لاکھ......ایک سوبیس منتری......چھتیس کروڑ کا مزید خرچ......

اسٹیٹ کا خزانہ خالی ہے اور ودیش برمن جاری ہے......آہستہ آہستہ پبلک سیکٹر سب بند ہو گئے......ہیوی انجیرنگ کارپوریشن......اسٹیٹ روڈ ٹرانپورٹ کارپوریشن......ویر ہاؤسنگ کارپوریشن......چمڑا و کاس نگم......ریشم ادیوگ ......انڈین ڈرگس فارمیٹیکل لیمٹیڈ......پیپر مل......سوگر مل......رائس مل......کانچ انڈسٹریز......لگھو ادیوگ......سب بند......بیمار......مدقوق......اور سرسا کے منہ کی طرح بڑھ رہا ہے منتری منڈل......!!!

اعلیٰ کمان فراخ دل ہیں......غیر ایم ال اے کو بھی منتری کا درجہ دیا ہے۔ اردو مشاورتی کمیٹی کے چیرمین کی بھی حیثیت منتری کی ہے......ان کو گاڑی میسّر نہیں ہوئی تو بائک میں ہی لال بتی لگا لی ہے۔

سرکار چلانے کا یہ گُر اعلیٰ کمان نے کانگریسیوں سے سیکھا ہے......عوام کے نمائندے کو ناراض نہیں کرتے...... یہ جمہوریت کے ناخدا ہیں......لوک تنتر کے سوتر دھار......سب کو منتری بنا دو......گھوڑے خریدو......بہومت جٹاؤ ......گھوڑے بدک گئے تو گاڑی اُلٹ جاتی ہے......

راجدھانی میں کہاں تھوکو گے......؟ شروانی گاندھی میدان گئے اور شعلوں میں گھر گئے۔ وہاں بی جے پی کا جلسہ

ہو رہا تھا۔ لاؤڈ سپیکر سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

''مسلمان کرائے دار کی طرح آئے اور مکان مالک بن بیٹھے۔ محمود غزنوی نے سومناتھ کا مندر لوٹا اور فرقہ پرستی کی بنیاد ڈالی۔ جن لوگوں نے پاکستان بنایا وہ اب ہمارے دیش میں اقلیت کا راگ الاپ رہے ہیں اور ویشیش ادھیکار کی مانگ کر رہے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کیا یہ مسلم تاناشاہی کا نیا روپ نہیں ہے......؟ ودیش کے بٹوارے کے وقت ہندو اور مسلمانوں کو چھوٹ تھی کہ ہندوستان میں رہیں یا پاکستان میں۔ میں پوچھتی ہوں جو ہندو پاکستان میں رہ گئے کیا اُنہیں بھی حق ہے کہ مسجد توڑ کر مندر بنا لیں......؟''

اور شروانی انگشت بہ دنداں رہ گئے تھے......! شعلے اگلتی ہوئی عورت کوئی اور نہیں ان کی منھ بولی بہن تھی مایا ساہنی......! شروانی وہاں سے فوراً کھسک گئے۔ دوسرے دن یہ پتہ کیا کہ کہاں رہتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بی جے پی کی ایم ال اے ہے اور چالیس نمبر ایم ال اے فلیٹ میں رہتی ہے۔

دوسرے ہی دن وہ پھل اور میٹھائیاں لئے مایا ساہنی کے گھر پہنچے۔

مایا حیرت میں پڑ گئی......!

''شروانی تم......؟؟''

شروانی مسکرائے۔

''یقین نہیں ہو رہا ہے......؟''

''یقین تو مجھے بھی نہیں ہوا جب تم بھاشن کر رہی تھیں......!''

''تم وہاں تھے......؟''

''وہیں تم کو دیکھا۔''

''ملنا چاہئے تھا۔''

''خوف محسوس ہوا......''

''کیوں......؟''

''تم شعلے اُگل رہی تھیں۔''

''لوگ مجھے فائر برانڈ کہتے ہیں......!''

''تم نے اوما دیوی کی زبان کہاں سے سیکھی......؟''

''میں شروع سے ہی بی جے پی میں ہوں۔''

''حیرت ہے......؟''

''تم یہاں کیسے......؟''
''واٹر ریسوسیز میں ایگزیکٹو انجنیر ہوں......!''
''بیوی بچے......؟''
''تنہا ہوں......! اور تم......؟''
''میری نبھی نہیں......! خیر بتاؤ چاچا کیسے ہیں......؟''
''کافی بوڑھے ہو گئے ہوں گے......؟''
''تمہارا ایک بھائی تھا......؟''
''وہ ہے......ڈھان چو......!''
''اس کو تو سپنے آتے تھے......!''
''ابھی بھی آتے ہیں اور سچ ہو جاتے ہیں......!''
''میں اپنے بارے میں پوچھوں گی......!''
''کیا پوچھو گی......؟ یہی کہ مسلمانوں کا صفایا کب ہوگا......؟''
''اس طرح کیوں کہتے ہو......؟''
''یہ تم لوگوں کا پُرانا سپنا ہے......!''
''تم بند دماغ کے لوگ ہو......! تم لوگوں نے انسانی سماج کو دو حصّوں میں تقسیم کیا......مسلم اور کافر......اور کافروں کے خلاف جہاد کرنا فرض سمجھتے ہو......!''
''تم لوگوں نے تو ہندو سماج کو ہی دو خانے میں بانٹ دیا......فارورڈ اور بیک ورڈ......اور بیک ورڈ کو بھی کئی خانوں میں تقسیم کیا اور ان کے لئے تمہارے شاستر نے غیر انسانی قانون نافذ کیئے......''
مایا چپ ہو گئی......شروانی کو فضا میں تناؤ سا محسوس ہوا۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر شروانی نے پوچھا۔
''تم اکیلی رہتی ہو......؟''
''ہاں!''
''تمہارے درباری نظر نہیں آ رہے ہیں......؟''
''سب ریلی کی تیاری میں جٹے ہیں......آؤ اندر بیٹھتے ہیں!''
وہ کمرے میں آئے۔ دیوار پر گرو گوالکر کی ایک بڑی سی تصویر آویزاں تھی۔ شروانی مسکرائے۔
''گویا تم آر اس اس کیڈر کی ہو......!''

''ہم بیس سال بعد مل رہے ہیں......!''
''پاپا کے ٹرانسفر کے بعد تو تم لوگوں سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔''
''میں نے بی ایچ یو سے ایم اے کیا۔''
''اسی لئے بی جے پی میں گئی......!''
''کیوں......؟''
''بی ایچ یو والے بی جے پی میں ہی جاتے ہیں......!؟''
''جس طرح علی گڑھ والے جماعت اسلامی میں جاتے ہیں۔''
شروانی ہنسنے لگے۔
''کچھ یاد ہے......؟ تم مجھے راکھی باندھتی تھی۔''
''بھلا یہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے......!''
''ایسا تو نہیں کہ وہ دھاگہ اڈوانی کے رتھ میں کہیں الجھ گیا......؟''
''میں نے تمہیں ہمیشہ بھائی سمجھا......''
''لیکن میری برادری سے نفرت کرتی ہو......؟''
''معاف کرنا تم لوگ دیش کے مکھ دھارا میں نہیں ہو......!''
''یعنی......؟''
''تم لوگ ہجرت پر یقین رکھتے ہو! تمہارے یہاں مادر وطن کا کوئی تصور نہیں ہے۔ راشٹریتا کے وکاس کی پہلی شرط ہے جنم بھومی کو اپنی ماں سمجھنا اور پوری عقیدت رکھنا۔''
''یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہندو کبھی متحد نہیں رہے اور باہر والوں نے حکومت کی۔ تمہیں مغل بادشاہوں سے شکایت ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ مسلم شہنشاہوں نے ہندوستان کو اپنا مستقل مامن بنایا اور یہاں کی ریاستوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ ان کے دورِ حکومت میں اونچے عہدے پر ہمیشہ ہندو فائز رہے......''
''لیکن تم لوگوں نے مندر بھی لوٹا......!''
''تمیں محمود غزنوی تو یاد ہے لیکن وہ مغل شہنشاہ یاد نہیں جنھوں نے مندر بنوائے اور مسجد میں سنسکرت زبان میں اشلوک لکھوائے......''

''مثلاً......؟''
''عادل شاہ نے مسجد بنوائی جس کا شلا لیکھ سنسکرت زبان میں ہے......''
مایا مسکرائی۔ ''بہت جذباتی ہو۔ تمہارے لئے چائے بناؤں......؟''

''کیوں تکلف کرتی ہو......؟''

''اتنے دنوں بعد بھائی جو آیا ہے......!''

''بھائی......؟ یا بند دماغ کا مسلمان......؟''

مایا ہنسنے لگی۔ وہ کچن میں گئی تو شروانی نے ایک طائرانہ سی نظر چاروں طرف ڈالی۔ ایک طرف شیلف پر پرانے اخبار تہہ کئے ہوئے تھے۔ میز پر پنچ جنیہ اخبار رکھا ہوا تھا۔ شروانی اخبار کی ورق گردانی کرنے لگے۔ مایا چائے لے کر آئی تو شروانی نے گرو گوالکر کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

''تم اس کی آرتی بھی اتارتی ہو گی......!''

''ایسا نہیں ہے......!''

''مجھے حیرت ہے......؟''

''کیا......؟''

''تم نے بی جے پی کیوں جوائن کیا......؟''

''کیوں......؟''

''یہ اونچی ذات والوں کی پارٹی ہے......؟''

''تو کیا ہوا......؟''

''مایا ساہنی......! تم براہمن نہیں شدر ہو......!''

''ایسی کیا بات ہے......؟''

''تم برہما کے پاؤں سے پیدا ہوئی...... بازو پیٹ یا منھ سے نہیں......!'' مایا ہنسنے لگی۔

''تم ہنس رہی ہو لیکن یہ منووادی ویوستھا ہے۔ بی جے پی جس ہندو سماج کی بات کرتی اس میں شدر کی حیثیت فرد کی نہیں سیوک کی ہے جو نیچ ہے۔ شدر کو مارنے کی منوسمرتی اتنی ہی سزا تجویز کرتی ہے جو کتے اور بلی کو مارنے کی ہو سکتی ہے۔''

''کیا بکواس ہے......؟''

''منواسمرتی پڑھو......!''

''یہ آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکی ہے......''

''یہ آؤٹ آف ڈیٹ نہیں ہے۔ یہ سناتن ہے...... یہ ہندو سماج کی بنیاد ہے...... اسنے ورن ویوستھا کو جنم دیا۔ ورن ویوستھا ہندو مذہب کی آتما ہے۔ دلت جب اپنے حق کی بات کرتے ہیں تو ورن ویوستھا خطرے میں پڑتی ہے اور اس طرح ہندو تو خطرے میں پڑتا ہے......''

مایا چپ رہی۔

''بی جے پی آئین بدلنے کی بات اس لئے کرتی ہے کہ آئین سیکولر ہے جس میں سبھی کے لئے برابر حقوق ہیں۔لیکن سنگھ خاندان کا سماجی نظریہ ان کے مذہبی نظریے کا پرتو ہے۔ورن ویوستھا براہمن نے حصول مقصد کے لئے وضع کیا،فلاح انسانی کے لئے نہیں......''

''تم کمیونل ہو......!''

''میں کمیونل نہیں ہوں۔لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم منوادیوں کے چکّر میں کیسے پڑ گئی......؟ ''

''کیوں......؟''

''منووادی اگر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں تو اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ان کو ہر مسلمان میں محمود غزنوی نظر آتا ہے لیکن تمہاری جنگ مسلمانوں سے نہیں ہے۔تمہاری جنگ تو منووادیوں سے ہے کہ انہوں نے شدر کو مذہبی اور سماجی حقائق سے محروم رکھا اور ان کے لئے غیر انسانی قانون نافذ کئے......!''

''کوئی اور بات کرو......!''

''آخر کیا وجہ ہے کہ ابھی بھی تم لوگوں کو مندر میں جانے نہیں دیا جاتا......؟''

''کوئی اور بات کرو......!''

''یاد رکھو تم بی جے پی میں بہت دن تک رہ نہیں پاؤ گی......!''

''میں کہتی ہوں کوئی اور بات کرو......!'' مایا کا لہجہ تیکھا ہو گیا......!

''بی جے پی میں سبھی لیڈر اونچی ذات والے ہیں۔پچھڑی ذات کا کوئی آدمی پارٹی میں اونچے عہدے پر نہیں پہنچ سکتا......''

''سنا نہیں تم نے......؟'' مایا ساہنی زور سے چیخی۔

شروانی نے اس کو حیرت سے دیکھا اور خاموش ہو گئے...... ماحول میں اچانک جیسے سانپ سونگھ گیا۔کچھ دیر خاموشی رہی۔مایا کُرسی کے ہتھے پر انگلیوں سے آڑی ترچھی سی لکیریں کھینچ رہی تھی۔شروانی اُٹھتے ہوئے بولے۔

''معاف کرنا مایا۔تم بہن ہو اس لئے یہ سب کہنے کی جرت ہوئی ورنہ دوسروں کے سامنے

......!!''

''تم راج نیتی میں کیوں نہیں آتے......؟'' مایا پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
شروانی نے کوئی جواب نہیں دیا اور خدا حافظ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئے......!

﴿۶﴾

زنجیر کھینچنے کا بھی اپنا ایک سرور ہوتا ہے......!

اسٹور کیپر پانچ ہزار کی رقم دے گیا اور شروانی نے گدگدی سی محسوس کی۔ شروانی کے ماتحت وقتاً فوقتاً جو نذرانہ پیش کرتے تھے وہ ایک طرح سے ان کا حصّہ ہوتا تھا جو بالکل ''جائز'' تھا...... وہ خوش ہوتے تھے لیکن یہ پانچ ہزار کی رقم......؟ اس نے عجیب سا سُرور بخشا تھا...... اس میں گناہ کی سی لذّت تھی۔ اسٹور میں جو کچھ ہورہا تھا وہ اس سے باخبر تھے اور اب ان کی جانب سے اسٹور کیپر کو کچھ کچھ کرتے رہنے کی اجازت گویا مل گئی تھی اس نے بتایا کہ وہ ان سے گاہے گاہے بھینٹ کرتا رہے گا اور یہ کہ زینتھ پائپ کمپنی سے پائپ کی آرآر موصول ہوئی ہے اور پچھلی بار ریلوے نے شارٹ سرٹیفیکٹ دیا تھا۔ شروانی مسکرائے۔ ان کو لگا وہ واٹر ریسورسیز ڈیپارٹمنٹ کے مکمل ناتھ منڈل ہیں۔

لیکن زنجیر کا سُرور بہت جلد پٹّے کی چبھن میں بدل گیا......! دوسرے ہی دن فیکس موصول ہوا کہ سی ایم حسن گنج کا دورہ کریں گے......

بھلا ایسا بھی کہیں ہوا ہے کہ سی ایم حوائج ضروری سے فارغ ہوں اور ان کو پانی کی ایک بوند بھی میّسر نہ ہو......؟

ایسا حسن گنج میں ہوا۔

حسن گنج کا علاقہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے گھرا ہے۔ یہاں کوئی ندی نہیں بہتی۔ پانی کی سطح زمین سے بہت نیچے ہے جس سے کنوئیں اور چاپا نل گرمی میں سوکھ جاتے ہیں۔ پانی کی ہمیشہ قلّت رہتی ہے۔ جنوب میں قریب دس کیلو میٹر دور ایک اونچا پہاڑ ہے جس کے دامن میں کہیں کہیں گپھائیں بنی ہوئی ہیں۔ ان کی دیواروں پر پالی زبان میں عبارتیں کندہ ہیں۔ شاید یہاں کبھی بودھ بھکشک رہتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک پرانا شیو مندر ہے۔ کہنا مشکل ہے اس کی تعمیر کب ہوئی۔ کہتے ہیں حسن نام کا گداگر مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھا رہتا تھا۔ شیوراتری کے میلے میں ایک بار بہت بھیڑ لگی۔ لوگ پیاس سے بے حال ہوگئے۔ حسن گداگر نے اپنی ایڑی زمین پر زور سے رگڑی اور چلایا۔

''شنکر اپنی جٹا کھول! کب تک بھگتوں کو پیاسا مارے گا......؟''

دیکھتے دیکھتے وہاں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔حسن گداگر کے نام پر علاقے کا نام حسن گنج پڑا۔ چشمہ حال تک جاری تھا۔آزادی کے بعد ایک بار آراس اس کا کیمپ لگا۔وہ لوگ پمپ لگا کر پانی اوپر کھینچنا چاہتے تھے۔اس چھڑ چھاڑ سے چشمہ سوکھ گیا۔

حسن گنج میں ڈی ایم نے ایک نیا ریسٹ ہاؤس تعمیر کرایا تھا جس میں پانی کی فراہمی کے لئے ٹیوول اور پائپ نٹ ورک کے کام میں واٹر ریسوسیس ڈپارٹمنٹ کی مدد نہیں لی گئی تھی بلکہ حسن گنج کے بی ڈی او نے یہ کام مقامی مستری سے لیا تھا۔لیکن پمپ چلنے پر بھی جب پانی ٹنکی تک نہیں پہنچا تو ڈی ایم نے فوراً شروانی کو فیکس کیا کہ ریسٹ ہاؤس میں پانی کا نظام چیک کریں۔کملیش درپن نے یہ پیغام بھیجا کہ ٹاور کا شلا نیاش تو رد ہو گیا لیکن پنچائت بھون میں گھر بھوج ہوگا اور شروانی جی ''تعاون'' کریں گے۔تعاون......یعنی پچیس تیس ہزار کی چپت......؟

رحیمن دیکھے بڑے کو لگھو نہ دیجیے ڈاری......!

آخر لبرٹی کی چپّل نے راحت پہنچائی۔رام چرتر پاسبان کہیں سے آفس آدھمکا۔

''پرنام سر......''

''پرنام!''

''سی ایم آرہے ہیں سر......''

''معلوم ہے۔''

''سی ایم کمبل باٹیں گے۔''

''اور گھر بھوج......؟''

''سی ایم گھر بھوج میں نہیں جائیں گے......''

''کیوں......؟''

''اقلیت کا ووٹ ہاتھ سے نکل جائے گا۔''

''ایسا کیوں......؟''

''کملیش درپن سمتا پارٹی کا ایم ال اے ہے۔سمتا بی جے پی کی گود میں بیٹھی ہے۔سی ایم نے بھوج کھایا تو جنتا میں یہی سندیش جائے گا کہ اعلیٰ کمان کا بی جے پی سے سمجھوتہ ہے۔''

''مجھ سے سہیوگ کے لئے کہہ رہے تھے۔''

''پیسہ نہیں دیجیئے گا سر نہیں تو ہمیشہ دینا ہوگا''

''لیکن کچھ تو سہیوگ کرنا ہوگا۔''

''اتنا بھر کہ پنچائت کا چاپانل مرمت کرا دیں اور روڈ کے کنارے جتنے چاپانل ہیں سب کو چالو رکھیں ......'' ران چرتر مسکرایا۔اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔شروانی کو لگا وہ اس

مشورے کی قیمت وصول کرے گا......!

اوراس نے فرمائش کی۔

''سر میری گھڑی ٹوٹ گئی ہے۔آپ کی کرپا درشٹی ہوتی تو......؟''

''ضرور!''شروانی پھر مسکرائے۔

''چنتا مت کیجیئے سر......!کملیش درپن کا کچھ نہیں چلے گا......''

''اوکے......''

''میری گھڑی......؟''

شروانی نے سو کا ایک نوٹ بڑھا دیا۔

''تھینک یو سر......!''رام چرتر خوش ہو گیا۔

دوسرے دن سی ایم آنے والے تھے۔شروانی صبح سویرے جونیر انجنیر اور پمپ مستری کے ساتھ ریسٹ ہاؤس پہنچے۔

شروانی جھنجھلا گئے۔ پائپ کی فٹنگ غیر تکنیکی ڈھنگ سے ہوئی تھی۔ ایک اونچے سے ٹیلے پر چار سو لیٹر کے دو سینٹیکس رکھے تھے،جنہیں پائپ کے ذریعہ ریسٹ ہاؤس سے جوڑا گیا تھا لیکن مضحکہ خیز بات یہ تھی کہ ڈیلیوری کی جگہ رائزنگ پائپ فٹ کر دی گئی تھی اور رائزنگ کی جگہ ڈیلیوری......رمیش یادو ہنسنے لگا۔

''سر ڈی ایم نے کھانے کا حساب کتاب کیا ہے......!''

''پائپ کھول کر پھر سے بچھانا ہوگا۔''

''سمئے لگے گا۔''

''کیا کیجیئے گا......؟اس طرح تو پانی پائپ تک پہنچے گا نہیں......!''

''سی ایم کے آنے کا سمئے ہو گیا ہے۔جلدی کیجیئے......!''

مقامی افسروں کی گاڑیاں آنے لگی تھیں۔ کچھ سیاسی رہنما پہلے سے موجود تھے۔ پارٹی کے رضا کار بھی خاصی تعداد میں جمع تھے۔ ریسٹ ہاؤس کے احاطے بی ایم پی کا حفاظتی دستہ تعینات تھا۔ باہر میدان میں خیمہ گڑا تھا جس میں جنتا جناردن بیٹھی اپنے مسیحا کا انتظار کر رہی تھی۔ کچھ جنتا خیمے سے باہر بھی بیٹھی تھی اور بار بار آسمان تاک رہی تھی۔ مسیحا آکاش مارگ سے آئیں گے اور کمبل تقسیم کریں گے۔

بارہ بج گئے۔سورج سر پر تھا۔پائپ کا نظام قریب قریب درست ہو گیا تھا۔صرف ایک جگہ کی کنکشن باقی تھا۔کملیش درپن کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔لیکن رام چرتر پاسبان مجمع میں موجود تھا۔شروانی اس کو دیکھ کر مسکرائے۔ایک مقامی نیتا قریب آکر بولا۔

''کیا ہو رہا ہے......؟''

''کچھ نہیں......ا'' رمیش یادو بولا۔

''بارات گھر پر آئی ہے تو چلے ہیں کدو روپنے......؟''

کچھ اور نیتا ٹیوب ول کے پاس جمع ہو گئے۔

''انتم سمئے میں آپ لوگ کام شروع کرتے ہیں......؟''

''سی ایم تو آ چلے......!''

''زندہ باد زندہ باد......'' اچانک فضا میں نعرے بلند ہوئے......

گھڑ......گھڑ......گھڑ......گھڑ......ہیلی کوپٹر اتر رہا تھا۔ جنتا جناردن اُدھر دوڑی......سیکوریٹی فوراً حرکت میں آ گئی......سٹاک......سٹاک......پیچھے ہٹو......پیچھے......

سی ایم ہیلی کوپٹر سے نیچے اترے۔

''زندہ باد......زندہ باد......''

''غریبوں کا مسیحا زندہ باد......''

سی ایم نے ایک بار مجمع کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا لیکن وکٹری سائن نہیں بنائی بلکہ تیز تیز قدموں سے ریسٹ ہاؤس کی طرف بڑھ گئے۔ وہ جلدی میں تھے۔ ان کے چہرے پر کرب کے آثار تھے جو پیٹ میں اینٹھن سے پیدا ہوتے ہیں۔ دراصل ان کو رفع حاجت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تقریباً دوڑتے ہوئے گئے اور سیدھا باتھ روم میں گھسے اور غضب ہو گیا......سی ایم فارغ ہوئے اور نل کھولا تو پانی نہیں تھا......اور جیسے زلزلہ آ گیا......

''کہاں گیا ڈی ایم......بی ڈی او......ڈی ڈی سی......؟ سالا کتا......نکمّا......حرام خور......
؟؟''

بی ڈی او بے ہوش ہو گیا۔ ڈی ڈی سی خوف سے کانپنے لگا......ڈی ایم بھی گھبرا گئے۔ باہر کے چاپانل سے دو بالٹی پانی بھروا کر باتھ روم میں رکھوایا۔

''ریسٹ ہاؤس کا انجنیر کون ہے......؟''

مقامی نیتا شروانی پر پل پڑے۔

''سی ایم کو پانی نہیں ملا اور آپ یہاں ناٹک کر رہے ہیں......؟''

''سی ایم کو پانی نہیں دے سکتے تو جنتا کو کیا دیں گے......؟''

''میں کیا کر سکتا ہوں۔ ڈی ایم نے فالٹی کام کروایا......!'' شروانی نے احتجاج کیا۔

''تو آپ اتنی دیر سے مولی اکھاڑ رہے ہیں......؟''

''ان پر ایف آئی آر کرو......!''

''کمر میں رسی باندھ کر لے چلو......''

سیکیوریٹی گارڈ آیا۔

''سی ایم بلا رہے ہیں!''

شروانی کا چہرہ فق ہوگیا۔

''گئے بھیترا یگزیکٹو انجنیر ......!'' ایک نیتا بولا۔

''کوئی نہیں بچا سکتا......!''

''اب لال گھر میں مولی اکھاڑو......!''

رام چرتر پاسبان قریب آ کر کانوں میں پھسپھسایا۔

''سی ایم کا پاؤں پکڑ لیجئے......!''

شروانی نے نفرت سے رام چرتر پاسبان کو گھورا اور دھڑکتے دل کے ساتھ قتل گاہ میں داخل ہوئے۔

صیاد کرسی پر ننگے بدن بیٹھا تھا۔ جسم پر صرف دھوتی تھی۔ سینے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں جمع تھیں ......شروانی کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا......''مائی......! یا اللہ! کسی طرح مائی کی ترسیل ہو جاتی......! کسی طرح......؟'' اور شروانی نے فوراً جھک کر آداب کہا اور اپنا نام بتایا۔

''حضور خاکسار کو فہیم الدّین شروانی کہتے ہیں......!'' نام بتاتے ہوئے شروانی نے صیاد کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے اس طرح جھانکا جیسے پوچھ رہے ہوں۔

''......سمجھا......؟ میں ہوں ''ایم......!''

''حضور......! پمپ میں تھوڑا سا فالٹ ہے......ابھی ٹھیک کر دیتا ہوں......ابھی پانی ملے گا......!'' شروانی عاجزی سے بولے۔

جواب میں صیاد نے کلائی کے پاس سے ہاتھ کا گردن پر چاپڑ سا بنایا اور بولا۔

''تم ہمیں کو پانی نہیں دو گے......؟؟'' پھر اس نے ہاتھ کو اس طرح جنبش دی جیسے گردن کاٹ کر کٹی کر دے گا۔

شروانی اچھل پڑے......ہوگئی مائی کی ترسیل......مکمل ترسیل......''تم ہمیں کو پانی نہیں دو گے......؟ ہمیں کو......؟ ہم نے تمہیں تحفظ دیا......ورنہ تمہاری حیثیت کیا......؟ ملیچھ......؟ تم ہر موڑ پر بھیڑ اور بکری کی طرح کاٹے جاتے ہو......؟ کیا اوقات ہے تمہاری......؟ تمہاری گردن تو رام رتھ کے نیچے کچلی جائے گی......! یہ ہم ہیں کہ تم محفوظ ہو اور تم ہمیں کو ووٹ نہیں دو گے......؟ تم ہمیں کو پانی نہیں دو گے......؟ ہمیں کو......؟''

''پانی......پانی کیا چیز ہے حضور......؟؟ آپ خون مانگیئے......! ہم خون دیں گے......!'' شروانی کے منھ سے برجستہ نکلا۔

''واہ شاباش!''

''سیانہ ہے سالا......!''

اور صیاد کا زوردار قہقہہ گونجا ''ہاہاہاہا......!''

سبھی ششدر رہ گئے ......! آخر کیا گرومنتر پڑھا شروانی نے کہ سی ایم کا جلال جمال میں بدل گیا ......شروانی بھی جیسے سکتے میں تھے کہ ایسے الفاظ ان کے منھ سے ادا کیسے ہوئے ......؟

سی ایم مسلسل ہنس رہے تھے۔ہنسی رُکی تو بولے۔

''کیا نام بتایا......؟''

فہیم الدّین شروانی۔''

''شروانی......!''سی ایم نے انہیں سر سے پاؤں تک دیکھا۔پھر مسکرا کر بولے۔

''شروانی جی......آپ اطمینان سے کام کیجیئے......!''

شروانی نے پھر جھک کر آداب کہا اور باہر آئے تو ہوا میں تیرتے ہوئے آئے تھے......

شروانی جہان نگری سے لوٹے تو سُرور میں تھے۔ریسٹ ہاؤس کا منظر بار بار نگاہوں میں گھوم رہا تھا اور کانوں میں سی ایم کے قہقہے گونج رہے تھے اور یہ کہ سی ایم نے جی کہہ کر مخاطب کیا......

جی کے لفظ نے شروانی کے دل و دماغ میں ایک طلاطم سا پیدا کر دیا تھا۔ان کو لگتا جیسے ارد گرد ایک دھند سی پھیلی ہے اور کوئی پاس ہی کسی اونچے مینار سے انہیں مسلسل آواز دے رہا ہے۔ڈھان چو بھی معنی خیز نظروں سے دیکھتا،کبھی مسکراتا کبھی گردن ہلاتا اور شروانی کو محسوس ہوتا جیسے ڈھان چو ایک ایسے راز سے واقف ہے جو عنقریب ہی سب پر آشکارہ ہوگا......ایک بار اس نے دور اُفق کی طرف اشارہ کیا''بھیا بھیا......مینار......؟''

ایک ارب آبادی والے نظام جمہوریہ کا بلند و بالا مینار جو ڈھان چو کے خواب میں سانپ کی طرح لہراتا تھا شروانی کی نظروں میں قوس وقزح بن کر اُبھرا......

شروانی نے سہرن سی محسوس کی......

مینار تک پہنچنے کا راستہ دھند سے اٹا ہوا تھا اور اعلیٰ کمان پاس آنے کا اشارہ کر رہے تھے......

''شروانی جی......!شروانی جی......!''

شروانی کو لگا''جی'' کا لفظ ایک لائسنس ہے جو اعلیٰ کمان نے اُنہیں مینار تک رسائی کے لئے عطا کیا ہے۔

ان دنوں اڈوانی حوالہ کانڈ سے بری ہوئے تھے......اور آہستہ آہستہ سبھی بری ہوئے...... یہاں تک کہ دور سنچار منتری بھی جس کے سرہانے سے سی بی آئی نے ایک کروڑ کی رقم برآمد کی تھی اس نے پہاڑ پر دوسری پارٹی بنائی اور بی جے پی کے گٹھ جوڑ سے پھر منتری بن گیا......!

یہ غیر مفتوح لوگ ہیں ......شروانی نے سوچا ......جمہوریت کے ناخدا ......یہ مالک ہیں ہم غلام ہیں حوالہ کانڈ ہو یا چارہ گھوٹالہ مالک عدالت سے ہمیشہ بری ہوجائیں گے ......اُنہیں مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ......اُنہیں ہوا بھی چھو کر نہیں گذر سکتی ......اماں کہیں ہے تو یہیں ہے ......عام آدمی موجودہ نظام میں محفوظ نہیں ہے لیکن سیاسی نمائندے محفوظ ہیں ......؟ ایک ارب آبادی والے نظام جمہوریہ کا بلند و بالا مینار شروانی کی نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا ......کسی طرح رسائی ہوجاتی ......؟ پھر تو ہاتھ میں زنجیر ہوگی اور پٹّے میں ہندوستان ......!

بس ہاؤس میں انٹری چاہیئے ......

اور وہاں تک جانے کے دو راستے تھے ......پہلا تھا الیکشن ......دوسرا شارٹ کٹ تھا۔ جہاں پارٹی کے اعلیٰ کمان اپنے امیدوار نامزد کرتے تھے ......

شروانی کی نظر شارٹ کٹ پر جم گئی ......!

دھند اچانک چھٹ گئی اور شروانی نے دیکھا مینار تک پہنچنے کا شارٹ کٹ چاندی سے اٹا ہوا تھا ......

''شروانی جی ......! شروانی جی ......ا'' کسی نے مینار سے آواز دی ......!

جواب میں شروانی نے بھی ہاتھ ہلایا اور وکٹری سائن بنائی اور آہستہ سے بڑبڑائے۔

''سونے کی اینٹیں بچھا دوں گا ......!'' اور ان کے ہونٹوں پر پُر اسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی

-

ان دنوں ایک اور واقعہ ظہور پذیر ہوا ......ایک چُھٹ بھیا لنچ کے وقفہ میں دفتر آیا۔

''اسلام علیکم!''

''وعلیکم اسلام!''

''خاکسار کو سلطان حیدر جوش کہتے ہیں!''

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔'' شروانی مصافحہ کرتے ہوئے بولے۔

''میں یوادل کا پرکھنڈ سچیو ہوں۔''

''فرمایئے!''

''ہماری پنچائت میں مسجد بن رہی ہے۔''

''خوشی کی بات ہے۔''

''اس میں ایک نل لگا دیتے ......!''

''ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔''

''میں بہت اُمید لے کر آیا تھا۔''

''ایسا ہے کہ ہم لوگ اپنی مرضی سے کہیں بھی نل نہیں لگا سکتے ہیں۔ سرکار نے اس کا اختیار

جن پرتی ندھی کو دیا ہے۔''

''تعمیر کے لئے کچھ چندہ دیجیئے......!''

''مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے......'' شروانی مسکرائے۔

''میں بھرشٹا چار سمیتی کا بھی ممبر ہوں''نوجوان شروانی کو گھورتا ہوا بولا

شروانی چونک پڑے...... گلے کا پٹّہ......؟

''آفس میں کیا کیا ہوتا ہے ہم لوگ خوب جانتے ہیں۔''

''کیا کیا ہوتا ہے آفس میں......؟'' شروانی کو غصّہ آ گیا۔

''یہی......تین پانچ جو آپ لوگ کرتے ہیں......؟''

''ہم لوگ تین پانچ کرتے ہیں......؟''

''بالکل......''

''اور مادر چود تم کیا کرتے ہو......؟ اکسٹھ باسٹھ......؟؟'' شروانی کے منھ سے برجستہ نکلا۔

نوجوان کو اس جواب کی توقع نہ تھی۔شروانی کو بھی توقع نہیں تھی۔نوجوان سٹپٹا گیا۔ شروانی کو فوراً اس کا احساس ہوا کہ نوجوان کمزور پڑ گیا ہے......بس یہی موقع ہے حاوی ہونے کا......اور شروانی زور سے گرجے۔

''حرامزادہ......!بلیک میل کرتا ہے۔''

''سی ایم شروانی جی کہہ کر پکارتے ہیں......اور یہ چھُٹ بھیا......؟''

شروانی نے زوردار تھپڑ گال پر رسید کیا۔

شور سن کر چپراسی دوڑا ہوا آیا۔شروانی کے اشارے پر چپراسی نے اس کو بازوؤں سے پکڑ کر کُرسی سے اُٹھایا اور باہر لے گیا۔

شروانی کے ہونٹوں پر پُراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

باہر نوجوان چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''دیکھ لوں گا ایگزیکٹو کو......کورٹ میں کھینچ کر لاؤں گا......!''

''جو کرنا ہو کیجیئے گا...... یہاں سے نکلیئے......!'' چپراسی نے گھڑکی دی۔ وہ نوجوان کی اوقات سمجھ گیا تھا۔

شروانی بدستور مسکرا رہے تھے۔ یہ سوچ کر ان کو حیرت ہوئی تھی کہ واقعہ کس قدر ڈرامائی تھا۔ یہ خود ساختہ عمل نہیں تھا۔ یہ ایک سیاسی عمل تھا۔ ماہر سیاست جس طرح منصوبے بناتا ہے پھر عمل کرتا ہے......اُنہوں نے بھی سوچا حاوی ہونا چاہیئے اور حاوی ہو گئے......! شروانی مسکرائے۔اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ان کو ناخن دھاردار معلوم ہوئے اور ہاتھ بھی بالوں سے بھرے بھرے نظر آئے اور مخملی دھند کے پرے کوئی رہ رہ کر پکارنے لگا۔

''شروانی جی......شروانی جی......!''

شروانی پرسُر ورسا چھانے لگا......

اعلیٰ کمان ہوتے تو کیا کہتے......؟

میاں ہی میاں کو مارے ہے رے بھیا......ہو......ہو......ہو......!!

یہ ایک ایسا واقع تھا کہ شروانی کی آنکھوں میں خود اعتمادی کی چمک پیدا ہوگئی اور گلے میں پٹّے کی چبھن کا احساس کہیں گم ہوگیا۔ شروانی کو احساس ہوا کہ وہ ناخن بھی رکھتے ہیں اوران کے ہاتھ میں بھی زنجیر آسکتی ہے......بس مینار تک رسائی شرط تھی......؟

☆ ☆ ☆

ایک ارب آبادی والے نظام جمہوریہ کا بلند و بالا مینار......

لابی میں لکڑ بھگے ہنستے تھےاورعدالت عالیہ کو فکر تھی کہ ان کے عمل دخل کو کس طرح روکا جائے......؟

الیکشن کے دن قریب تھےاور دودھ میں شکر کی طرح گھل رہا تھا سیاست میں جرم......!

عدالت عالیہ کی ایما پر چناؤ کمیشن نے ہدایت نامہ جاری کیا کہ اُمیدوار کو نامزدگی کا پرچہ داخل کرنے سے پہلے جائداد اور ذاتی ملکیت کا انکشاف کرنا ہوگا اور حلفنامہ دائر کرنا ہوگا کہ کسی مقدمے میں ملوث نہیں ہیں اور یہ کہ ان سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا ہے......!

تیندوا مسکرایا......لکڑ بھگا ہنسا......بھیڑیا غرّایا......گھوڑے......گدھے......سور سبھی گول بند ہوئے......سبھوں نے ایک ساتھ نفی کی مہر لگائی۔

''سیاست داں کو لازم نہیں ہے کہ اپنا ماضی بتائے......''

اور ایسے ہی موقع پر مسز کمد چگانی کے جنسی جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ وہ اس وقت ڈرائینگ روم میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ جب یہ خبر نشر ہوئی کہ پارلیامنٹری بورڈ کی میٹنگ میں سبھی سیاسی رہنماؤں نے چناؤ کمیشن کی تجویز کو بیک زبان ردّ کر دیا تو مسز چگانی کے جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں......انہوں نے آنکھیں بند کرلیں......مختلف سیاسی پارٹیوں کے رہنما ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے ستا کے گلیارے سے جھانکتے نظر آئے......ایک لمحہ کے لئے مسز چگانی نے سوچا کہ مہیلا کمیشن کا بل تو پاس ہونے نہیں دیا......چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلاف ظاہر کرتے ہیں لیکن جب ذاتی مفاد پر آنچ آنے لگتی ہے تو سب کچھ بھول کر ایک جٹ ہو جاتے ہیں......

ان کے دل میں گروپ سیکس کی عجیب وغریب خواہش نے انگرائی لی......

مسز چگانی نے آنکھیں بند کر لیں ...... وہ خود کو پارلیا منٹ میں محسوس کر رہی تھیں ...... ویل کے بیچ و بیچ ...... ہاؤس میں ہنگامہ تھا۔ سمتا پارٹی کا ایک نمائندہ دھوتی کی گرہ کھول رہا تھا۔

''سیاست داں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ حلف نامہ دائر کرے......!''

اور پھر آہستہ آہستہ سبھی ننگے ہونے لگے......

ایک رہنما دوڑ کر آیا اور رپورٹر ٹیبل پر کھڑا ہو گیا......

''پہلے جرم ثابت کرو......''

''ہاں ...... ہاں ......! پہلے جرم ثابت کرو......!'' چاروں طرف سے آواز آئی۔

''جب تک عدالت عالیہ سے فیصلہ نہیں ہو جاتا کسی سیاست داں کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا ......!''

''جرم بھی سنگین ہونا چاہیئے ......!''

''گھوٹالا سنگین جرم نہیں ہے......''

مسز چگانی کو ہاؤس میں ایک جج نظر آیا۔ پاس ہی ایک آئی اے اس افسر بھی بیٹھا تھا۔ مسز چگانی کو دیکھ کر دونوں بیک وقت مسکرائے اور آ کر اغل بغل کھڑے ہو گئے۔ پھر دونوں نے باری باری ان کے کولہے سہلائے۔ مسز چگانی مسکرائیں۔

''واہ کیا بات ہے......! ایک طرف جیوڈیشیری دوسری طرف اڈمنسٹریشن......!''

''عیش کرو......! جو جی چاہے کرو......!''

جو جی چاہے......جیوڈیشیری اور اڈمنسٹریش دونوں ساتھ ہیں......!

ایک رہنما نے دھوتی اتار کر کُرسی پر رکھ دی اور تال ٹھوکنے لگا۔ مسز چگانی اس کو پہچان گئیں۔ یہ بی جے پی کا ایم پی تھا اور لیٹر آف کریڈیٹ گھوٹالا میں پھنسا ہوا تھا۔

وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''فرقہ وارانہ فساد سنگین جرم نہیں ہے۔''

''موب میں قتل سنگین جرم نہیں ہے۔''

''سفید پوشوں کا گھوٹالا سنگین جرم نہیں ہے......!''

''پھر سنگین جرم کیا ہے......؟'' مسز چگانی اس سے سٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ ایم پی نے ان کو فرش پر گرا دیا اور چھاتیوں کو زانوں سے دبا کر بولا۔

''اب تمہیں ریپ کروں تو سنگین جرم ہو گا......!''

''لیکن یاد رکھو موب میں تمہارا ریپ ہو گا تو سنگین جرم نہیں ہو گا۔''

''کیوں......؟''

''مان لو تم کسی چرچ میں نن ہو اور میں موب میں تمہارا ریپ کروں تو یہ ردّعمل ہے۔مکھیا کہے گا کہ مذہب پر بحث ہونی چاہیئے ......اور بس قصّہ ختم......!''

مسز چگانی نے پیار بھری نظروں سے سیاست داں کی طرف دیکھا۔ان کے جی میں آیا اس کا منھ چوم لیں......

''مذہب پر بحث......؟''

یہ بات پہلے بھی سنی ہے......! یاد آیا......! ایک بار موب میں کسی نے ترشول سے صلیب پر وار کیا تھا......ترشول کی نوک صلیب کے قلب میں پیوست تھی۔خون کا فوارہ پھینک رہا تھا۔لیکن ترشول پر خون کی ایک بوند بھی نہیں پڑی ...... یہاں تک کہ اس کی نوک جو قلب میں پیوست تھی خون سے بے داغ تھی۔

''میری جان ترشول میں خون کے داغ نہیں لگتے......''

''موب میں فرد کی پہچان نہیں ہوتی۔'' مسز چگانی کے کولہے پر جج نے ایک دھپ لگایا۔

سنجے دت پھنس گیا کہ اکیلا تھا۔اگر موب میں ہوتا تو نہیں پھنستا۔

''اس کے ہاتھ میں اے کے ۴۷ رائفل تھی اس لئے پھنس گیا اگر ترشول ہوتا تو نہیں پھنستا ......تب وہ الیکشن بھی لڑ سکتا تھا کم سے کم بی جے پی تو ٹکٹ ضرور دیتی۔''

یاد رکھو! ترشول میں خون کے داغ نہیں لگتے......! تم اگر موب میں ہو اور ہاتھ میں ترشول ہے تو تم کچھ بھی کر سکتے ہو......تم بستی کی بستی پھونک سکتے ہو......تم شکمِ مادر چیر کر بچے کا سر نیزے پر اُٹھا سکتے ہو ...... پادری کو زندہ جلا سکتے ہو ......تم قاتل نہیں کہلاؤ گے ......! تمہارے اس عمل کو ردّعمل کا نام دیا جائے گا......اور کیا کہے گا مکھیا......؟ مکھیا کہے گا مذہب پر بحث ہونی چاہیئے ......!

افسر نے چھاتیاں ٹٹولیں اور ہنسنے لگا......''تمہاری ایک چھاتی کیا ہوئی......؟''

''ہا......ہا......ہا......یہ تو یو ٹی آئی گھوٹالا ہو گیا۔'' ایم پی ہنسنے لگا۔

فنانس منسٹر قریب آیا اور آہستہ سے بولا ''موریشس روٹ سے نکل گئی......!''

''موریشس روٹ......''

ایم پی نے بلاؤز کے اندر ہاتھ ڈالا......

''کیا کرتے ہو......؟''

''روٹ تلاش کر رہا ہوں......''

مسز چگانی اپنا ہاتھ منسٹر کی جانگھ کے درمیان لے گئیں......

''تمہارا اسینسیکس ......؟''

فنانس منسٹر شرما گیا۔

اور مسز چگانی اچانک چلائیں ......

''اری! یہ تو تین ہزار پر جھول رہا ہے......!''

''اے فنانس منسٹر! سال بھر پہلے یہ چھ ہزار پر بند ہوا تھا اور اب تین ہزار پر آ گیا......؟''

فناس منسٹر سر جھکائے کھڑا رہا۔

''بولتا کیوں نہیں......؟ گورنمنٹ وداے ڈفرینس۔''

موریشس روٹ سے ہزار کروڑ روپے غائب......

اس میں میرے چپراسی کے بھی بیس ہزار شامل تھے جو اس نے پی ایف سے نکال کر اس میں لگائے تھے۔

''کمال ہے......فناس منسٹر......کمال ہے یو ایس ٦۴ کو موریشس پہنچا دیا......''

مسز چگانی اس کے سینے سے لگ گئیں ...... ''تم عظیم ہو ...... مجھے پیار کرو ......! گورنمنٹ وداے ڈفرینس......!''

''فناس منسٹر! یو آر گریٹ......! کس می......''

فناس منسٹر مسز چگانی کو چومنے لگا۔ جج ان کی ٹانگوں سے لپٹ گیا اور افسر نے اپنا چہرہ ان کے پیٹ میں چھپا لیا......

مسز چگانی کی سانسیں تیز تیز چلنے لگیں ......جسم زور زور سے حرکت کرنے لگا اور منھ سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلنے لگیں ...... کمال کا گھ بندھن ...... کوئی حلف نامہ نہیں ...... پہلے مجرم ثابت کرو ......

مجرم ......مجرم ......مجرم ......موریشس روٹ سے بھاگا ...... بھاگا ...... بھاگا......!!!

''میڈم کہاں کھو گئیں......؟'' مسٹر چگانی نے ان کے گال تھپتھپائے۔

مسز چگانی نے آنکھیں کھولیں۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھ گئیں......!

چناؤ کمیشن نے ملک میں عام انتخاب کا اعلان کیا ...... تین، چھ، اور دس مارچ ......! اُنہیں دنوں ایک خبر آگ کی طرح پھیلی کہ مایا ساہنی نے بی جے پی سے استعفےٰ دیا......!!''

کمل ناتھ منڈل نے دلت مورچہ سے استعفےٰ دیا اور سمتا پارٹی میں شامل ہو گئے اور مسز کمد چگانی بھی بی جے پی کی ممبر ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆

مایا ساہنی اگر ڈکشنری کے پنّے نہیں اُلٹتی تو بی جے پی سے استعفےٰ نہیں دیتی......!

اس کو غصّہ لفظ ''دسادھ'' کی تشریح پر آیا۔ ہندوؤں کی ایک نیچ جاتی جو سور پالتی ہے......! اُگھم......دُشٹ

......اور پاکھنڈی ......! مایا کو یاد آیا اڈم صاحب نے بھی ایک ڈکشنری ترتیب دی ہے جس میں ''دساد ھ'' کے معنی لکھے ہیں'' ویشیش جاتی جو سور پالتی ہے'' مسٹر اڈم ہندو نہیں تھے۔اس لئے ذات پات کا فرق نہیں تھا۔ ''دساد ھ'' کو ویشیش جاتی بتایا۔''نیچ جاتی'' نہیں۔لیکن یہ براہمن ......؟ انہیں ہم ہمیشہ نیچ نظر آتے ہیں ......؟ اور شری دھرتر پاٹھی تو ایک قدم آگے بڑھ گئے ......''اتینت نیچ جاتی'' بتایا...... نیچ سے بھی نیچ......! کیوں ......؟ آخر نیچ کیوں ......؟ پُران میں سور کو وشنو کا اوتار بتایا ہے...... پھر سور پالنے والا نیچ کیسے ہوا......؟ اور پھر دُشٹ اور پاکھنڈی کیوں لکھا......؟ کیا نیچ جاتی دُشٹ ہوتی ہے......؟

مایا کا دل نفرت سے بھر گیا......! یہ براہمن ......؟ انہوں نے ہمیشہ اپنی برتری یہ کہہ کر ثبت کی۔اونچ نیچ کی ویوستھا سناتن ہے۔وہ ہمیشہ پاک رہیں گے اور ہم ناپاک ......! مایا کو اپنے آپ پر غصّہ آگیا کہ ابھی تک بی جے پی میں کیوں تھی اور اپنا تشخص اونچی ذات والوں سے قائم کیا......کوئی اگر شُدر ہے تو احساس کمتری کیوں......؟

لیکن امبید کر احساس کمتری میں مبتلا تھے۔وہ شُدروں کو آریوں کی ذات سے سورج ونشی بتاتے تھے۔شُدروں کو انہوں نے چھتری ونش کا حصّہ مانا ہے۔یہ احساس کمتری ہے۔ہم کیوں خود کو چھتری ونش سے جوڑیں......؟ یعنی ہم چھوٹی ذات کے ہیں تبھی تو بڑی ذات میں ملنا چاہتے ہیں......؟ یہی کام تو براہمن نے کیا۔ہمیں شُدر بتایا اور اپنی برتری ثبت کی۔امبید کر بزدل تھے۔وہ منوواد سے لڑ نہیں سکے اور بودھ مت اختیار کیا۔انہوں نے خود کو شُدر سمجھا اور اپنی ہی نظروں میں ذلیل رہے۔وہ سمجھتے تھے کہ ہندو بن کر براہمن واد سے نہیں لڑا جا سکتا۔یہ ان کی غلطی تھی ......امبید کر نے بودھ مت میں فرار حاصل کیا اور اپنے پیچھے پوری نسل کو بے سہارا کر دیا۔ایک لڑائی فرار میں بدل گئی...... براہمن واد کو جڑ سے ختم کرنا ہوگا......! زندگی کے تمام پہلوؤں سے براہمن کے عمل دخل کو رد کرنا ہوگا......ا

مایا نے بی جے پی سے استعفٰی دے دیا......

شروانی کو مایا کا فون موصول ہوا تو وہ خوشی سے اچھل پڑے۔

''کیا واقعی......؟''

''واقعی۔''

''وہ دھاگہ......؟''

''سلجھ گیا......!''

''یقین نہیں آرہا ہے......''

''تمہاری کلائی پر باندھوں گی......''

''آؤ......!''

شروانی نے مایا کا خیر مقدم کیا۔ ڈھان چو بھی مایا کو دیکھ کر خوش ہوا اس کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔

''دیدی دیدی......!'' ڈھان چو نے دور اُفق کی طرف اشارہ کیا۔

''کچھ بتاؤ بھیا......!'' مایا نے خوش دلی سے پوچھا۔ ڈھان چو اچانک اُداس ہو گیا اور جا کر اپنے کمرے میں لیٹ گیا۔

''کیا کہا بھیا نے......؟'' مایا شروانی سے مخاطب ہوئی۔

''دور اُفق کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی تم ترقی کرو گی......!'' شروانی مسکراتے ہوئے بولے۔

''ایک بات کی داد دوں گی شروانی......''

''کس بات کی......؟''

''تمہاری پولیٹیکل انسائٹ......!''

''وہ کیا......؟''

''تم نے بالکل صحیح کہا کہ براہمن کی لڑائی مسلمانوں سے محمود غزنوی کو لے کر ہو سکتی ہے لیکن دلت ہندو مسلمانوں سے کیوں لڑے گا؟ دل تو منوا سمرتی کو لے کر منوادیوں سے لڑے گا......!''

شروانی مسکرائے۔

''یہ بات بیک وارڈ نہیں سمجھتے۔''

''اُنہیں سمجھانا ہو گا۔''

''میں ایک تنظیم بنانا چاہتی ہوں۔''

''کیسی تنظیم......؟''

''پچھڑی جاتی، دلت اور اقلیت جب تک ساتھ نہیں ہیں بات نہیں بنے گی۔''

''پچھڑی جاتی میں ایکتا مشکل ہے''

''پچھڑی جاتی میں انیک جاتیاں ہیں۔ ان کا ایک ہونا مشکل ہے۔''

''وہ تو ہے۔''

''یادو اور کرمی کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ یہ اپنے کو بیک وارڈ نہیں سمجھتے۔ تم اُنہیں بیک وارڈ کا کلین ورگ کہہ سکتی ہو......طبقہ اشرافیہ......کرمی اور راجپوت میں گٹھ بندھن ممکن ہے لیکن کرمی اور یادو میں گٹھ بندھن ممکن نہیں ہے۔

''لیکن ہم جب تک ایک پلیٹ فارم پر نہیں آتے فاشسٹ قوتوں سے نہیں لڑ سکتے۔''

''ابھی تو دو پول ہیں ......ایک بی جے پی اور دوسری طرف سیکولر طاقتیں ......لیکن بی جے پی کی طرف مسلسل شفٹ کا عمل بھی دیکھنے میں آ رہا ہے۔''

''ہندو دھرم خطرے میں اس وقت پڑتا ہے جب ورن ویوستھا خطرے میں پڑتی ہے۔ براہمن واد دلت اور پچھڑے ورگ کا مانسک شوشن کرتا ہے۔ براہمن ہتیا کا پاپ نہیں لگے یہ بات نیچ جاتی کے من میں بیٹھا دی گئی ہے۔''

''تمہیں یاد ہے پچھلی بار فارروڈ کے ایک گاؤں میں چالیس بھومی ہار کا ایک رات قتل ہوا تھا ......؟'' شروانی نے پوچھا۔

مایا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''وہاں ایک براہمن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ برہم ہتیا کا پاپ مت لو......؟''

''برہمن واد کے سمول ناش کا آندولن چلانا ہوگا......!'' مایا جوش میں بولی۔

''یہ آسان نہیں ہے۔''

''یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم ان کے مٹھ پر قابض ہو جائیں ...... یہ شکتی کے کیندر ہیں ......ان پر قبضہ جمانا ہوگا۔ جب تک مٹھ ہاتھ میں نہیں آتے منو وادی ویوستھا کو نہیں بدلا جا سکتا......!''

''بہت مشکل ہے۔''

''ہمیں اپنے براہمن پیدا کرنے ہوں گے۔ ایسے ادارے قائم کرنے ہوں گے جہاں دلت طبقہ کو مذہبی تعلیم دی جا سکے......اسے پروہت بنایا جائے۔ معاشرے میں وہ براہمن کا بدل ہو۔''

شروانی ہنسنے لگے۔'' گویا ایک براہمن واد ختم کر کے دوسرا شروع کیا جائے ...... دلت براہمن واد......!''

''اور راستہ کیا ہے......؟ بی جے پی پھر سے براہمن واد قائم کرنا چاہتی ہے اور اس لئے آئین میں بدلاؤ کی تجویز بھی رکھتی ہے۔ آئین جاتی پردھان نہیں ہے۔ اس میں سبھی جاتیوں کا سماویش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بی جے پی سیکولرزم کو بخار سمجھتی ہے......''

''ایک بات یاد رکھو......! سبھی اونچی ذات والے ایسی ذہنیت نہیں رکھتے جیسے رام موہن رائے، ودیا ساگر، گھوکھلے اور رام منوہر لوہیا جیسے لوگ بھی گذرے ہیں جنھوں نے ہندو فاشزم کی مخالفت کی ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں کو لے کر چلنا ہوگا۔ لوگ ملتے جائیں گے کارواں بنتا جائے گا۔''

''تم کیا اب دلت مورچہ جوائن کروگی......؟''

''میں آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑوں گی......''

''میں سماجی سنستھا بھی قائم کرنا چاہتی ہوں......اسکول کالج اور سوشل سروس کے ادارے......دلت طبقہ تکنیکی تعلیم حاصل کرے......کوچنگ کی سہولت ہو......''

''تم نے پہلے یہ سب کیوں نہیں سوچا......؟'' شروانی مسکرائے

ان لوگوں نے موقع نہیں دیا اور میرا استعمال کرتے رہے......''

''اچانک ان سے اتنی نفرت کیوں......؟''

''ڈکشنری پڑھ کر......!'' مایا ہنسنے لگی۔ شروانی بھی ہنسنے لگے۔

''ذرا سوچو شروانی! دسا دلفظ جو براہمن کے ہاتھ لگا تو صدیوں کی نفرت سمٹ آئی...... لکھتے ہیں اتینت نیچ جاتی......دشٹ اگھم اور پاکھنڈی......؟ نیچ جاتی کیوں لکھا......؟ یہ نفرت کا لاشعوری اظہار ہے......لکھ سکتے تھے ایک خاص قسم کے لوگ تو ہتک آمیز نہیں معلوم ہوتا لیکن ہزاروں سال کی نفرت تو اپنے اظہار کا وسیلہ ڈھونڈ لیتی ہے......!''

''تم ایسے وقت پر نکل آئی ہو کہ ان کو کھلے گا......تم فائر برانڈ لیڈر ہو......؟ تم ان کے بہت سے راز جانتی ہوگی......؟''

''بی جے پی کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کو وہ ہندتو کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس لئے ایودھیا کے ساتھ کاشی اور متھرا میں بھی مندر مسجد تنازعہ کھڑے کرے گی۔ یہاں تک کہ کشمیر کا مسئلہ بھی اس کے لئے دیش کی ایکتا سے زیادہ ہندو اور مسلمان کا معاملہ ہے۔ اس کے پاس مسلم ایجنڈا ہے۔ ہندو ایجنڈا نہیں ہے یہ مسلم مخالف کامپلیکس میں مبتلا نظر آتی ہے......ایسے حالات میں یہ جمہوری نظام میں فٹ نہیں ہوتی۔ یہ ایک فاسشٹ پارٹی ہے۔ بی جے پی کا مزاج ڈیموکریٹک نہیں ہے۔

''بی جے پی جب تک معمولی پارٹی تھی اس کو نظر انداز کر دوسری پارٹیوں کے تال میل سے سرکار بنائی جا سکتی تھی لیکن اب یہ بڑی پارٹی ہے علاقائی پارٹیوں کو چاہیئے کہ مل جل کر اسے اقتدار میں آنے سے روکیں ورنہ یہ چھوٹی موٹی پارٹیوں کو نگل جائے گی......''

''بی جے پی ابھی اتنی طاقت نہیں رکھتی کہ کانسٹیٹیوشن بدل سکے۔لیکن اقتدار میں رہ کر مذہبی جنون کو بڑھاوا دے سکتی ہے اور آئین کے مطابق چلنا دشوار کر سکتی ہے۔جیسا اس نے بابری مسجد توڑ کر کیا۔جب تک بی جے پی اسٹیٹ میں ہے مرکز سے مداخلت کی اُمید بھی ہے لیکن خود مرکز میں آجائے گی تو ایسا ماحول پیدا کر جمہوری اقدار کا ملیا میٹ کر سکتی ہے۔ کیوں کہ بی جے پی آئین بدلنا چاہتی ہے۔یعنی اقلیت کے حقوق پامال ہوں گے......مثلاً دھارا ۱۵۔۴ اور ۱۶۔۴ سے بی جے پی دکھی ہے۔''

''اس لئے اقلیت اور دلت کو ایک ساتھ ہونا چاہیئے......''شروانی مسکرائے۔

''اور پچھڑی جاتی کے جو لوگ ساتھ آسکیں......''

''تمھیں کیا لگتا ہے؟ بی جے پی پاور میں آئے گی......؟''شروانی نے پوچھا۔

''پوری دنیا میں فاشزم تیزی سے گرو کر رہی ہے...... ہمارے یہاں یہ بی جے پی کی صورت چھا رہی ہے۔اگلے ایک دو الیکشن تک بی جے پی حکومت بنا لے گی......!''پھر مایا جذباتی ہوگئی۔

'' شروانی !ہمیں بہت کام کرنا ہے......وقت کم ہے اور راستہ کٹھن......''

''میں ساتھ ہوں!''شروانی بھی سنجیدہ ہو گئے۔

ڈھان چو اپنے کمرے سے نکل کر آیا۔

''بھیا سے پوچھوں......؟''مایا نے شروانی سے پوچھا۔

''پوچھو......!''شروانی بولے۔ڈھان چو قریب آکر بیٹھ گیا تو مایا اس سے مخاطب ہوئی۔

''بھیا آشرواد چاہیئے......''

ڈھان چو اچانک آبدیدہ ہو گیا۔چند لمحے مایا کو تکتا رہا۔پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ شعر پڑھا۔

ایک ردا زینب کے سر پر اب بھی تھی سرسبز
وہ بھی رنگ نہ غیر کو بھایا چھین کے کر دیا لال

شروانی ڈھان چو کے اس انداز سے گھبرا گئے۔ڈھان چو آنسو پوچھتا ہوا کمرے میں لوٹ گیا۔

''میں سمجھی نہیں......!'' مایا کا لہجہ بھی اُداس تھا۔

''اُن کا یہی انداز ہے۔'' شروانی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

''چلتی ہوں......!'' مایا کُرسی سے اُٹھتی ہوئی بولی۔

''تمہیں پانڈے جی سے ملاؤں گا۔''

کون پانڈے......؟''

''میرے اسٹنٹ......! دلت میں شادی کی ہے۔ بہت سلجھے ہوئے دماغ کے آدمی ہیں۔
تمہاری سنستھا کے لئے مناسب رہیں گے......!''

''او کے بائی......''

''بائی!''

﴿۷﴾

الیکشن کے دن ہیں......
اور بی جی پی کے خیمے میں نئے نئے لوگوں کا آنا کسی کرم کانڈ کی طرح جاری ہے۔کل ایمس کے سابق ڈاکٹر آئے ......آج ریٹائرڈ فوجی کرنل...... فلمی اداکار بھی آئے ......اور آئی اے اس افسر بھی ......! کانگریس کے پنجے میں ترشول کی نوک گڑ گئی ...... کچھ پُرانے کانگریسی نیتا کو بھگوا رنگ بھا گیا۔سمتا تو پہلے سے ہی گٹھ بندھن میں ہے ...... بھاجپا کے خیمے میں پھل بھی ہے پھول بھی ہے دھوپ بھی ہے ہوا بھی ہے......!
الیکشن کے دن ہیں۔رن نیتی بن رہی ہے۔اسٹیٹ کے چیف سیکریٹری ریٹائر ہونے والے تھے۔آئی جی پولیس بھی اگلے ماہ ریٹائر ہوں گے۔لیکن اعلیٰ کمان نے سوجھ بوجھ سے کام لیا ہے۔ریٹائرمنٹ کی مدّت سال بھر کے لئے بڑھا دی ہے ......! دونوں ہی بھلے مانس ہیں۔حکم عدولی نہیں کرتے۔اب افسروں کو مناسب جگہوں پر تعینات کرنے میں سہولت ہوگی۔
چناؤ کمیشن نے مشکلیں کھڑی کی ہیں۔روز کے خرچ کا حساب دو اور لاؤڈ سپیکر پر پر چار مت کرو......کون پوچھتا ہے لاؤڈ سپیکر کو......اب الیکٹرونک میڈیا کا دور ہے۔اب فلمیں بٹیں گی اور کیسیٹ ریلیز ہوں گے......!
بی جی پی کے ہیڈ کوارٹر میں خوب چہل پہل ہے۔کانفرنس ہال کے باہر لوگ جمع ہیں۔کوئی سیگریٹ کے کش لگا رہا ہے،کوئی بیتابی سے ٹہل رہا ہے،کوئی ہاتھ میں بیگ لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہا ہے۔یہ لوگ بی جی پی کی چناؤ مہم کا ٹھیکہ لینے آئے ہیں۔پچھلی بار ٹاسک فورس کی ایڈ گروپ کمپنی بازی مار لے گئی تھی۔ستر سیکنڈ کی فلم ریلیز ہوئی تھی جس میں اٹل جی ہیرو تھے......اٹل جی کویتا پاٹھ کرتے ہوئے......اس بار جو فلمیں بنیں گی وہ کیبل نٹ ورک پر بھی دکھائی جائیں گی......دوردرشن نے صرف ۱۲۲ گھنٹے کا وقت دیا ہے۔پرائیوٹ چینل سے کام لینا ہوگا۔زی اور اسٹار چینل

کے ساتھ مشکل ہے کہ بھگتان ڈالر میں مانگتے ہیں۔ پورے اسٹیٹ میں تین سو کیسیٹ تقسیم ہوں گے۔ پچھلی بار آٹھ کروڑ کا بجٹ تھا۔ اس بار بارہ کروڑ کا بجٹ ہے۔ کانگریس نے اپنا بجٹ آٹھ کروڑ رکھا ہے۔ مسئلہ ہے اطالوی خاتون کو کس طرح ابھارا جائے؟ مادھیما کمپنی نے پوسٹروں کے لئے کچھ ڈیزائن بنائے ہیں۔ آدھے گھنٹے کی دو فلمیں بھی بن رہی ہیں۔ ادت نارائن اور کویتا کے گیت رکارڈ ہو چکے ہیں۔ راجد کبوتر اڑائے گا۔ پچھلی بار اس نے طوطے اڑائے تھے۔ چناؤ کمیشن کو کبوتر پر اعتراض ہے۔ راجد کی کلچرل ونگ نے ایک فلم اور تین آڈیو کیسیٹ بھی بنائے ہیں۔ لیکن جس چیز نے چناؤ مہم کو رنگین بنایا ہے وہ ہے بالاؤں کا رقص...... کانوں میں لالٹین کی شکل کی بالیاں پہنے......

پیا مورے......

دلی میں بارو لالٹین......!

لیکن چھوٹی پارٹیوں کو پرنٹ میڈیا اور جلوس پر منحصر کرنا ہوگا۔ اب مدا کچھ نہیں ہے...... نہ بھرشٹا چار نہ سیکولرزم...... سارے مدے ختم ہو گئے۔ اب چناؤ مہم میں کرشمہ ساز شخصیتوں کی ضرورت ہے...... راجد کو بھی اب دلیپ کمار کی ضرورت پڑ گئی ہے۔

بگل بج اُٹھا۔ ۱۶ فروری تک پرچے بھرے جائیں گے...... جوگیندر سنگھ بھانو شرما اور سلطان میاں نے جیل سے ہی پرچہ بھرا ہے۔ ان پر ڈاکہ زنی اور قتل کا الزام ہے تو کیا ہوا......؟ عدالت عالیہ نے اپنا فیصلہ تو نہیں سنایا اور اٹل جی تو کہہ چکے کہ ہر سادھو کا ایک ماضی ہوتا ہے اور ہر مجرم کا ایک مستقبل......!

ونو د تو گڑیا نے دھوم دھام سے پرچہ بھرا ہے۔ ان کا قافلہ راج مارگ سے گذرا۔ تو گریا جی تلوار کٹ دھوتی باندھے ہوئے...... رتھ پر سوار...... ماتھے پر تلک...... آگے موٹر سائیکلوں کا جتھا...... پھر جیپ...... پھر کار...... ہاتھی بھی ہے...... اونٹ بھی اور گھوڑے بھی...... بینڈ بج رہے ہیں...... چمپا بائی کتھک نرتیہ کر رہی ہے...... تو گریا جی پھولوں سے لدے ہیں...... پولیس کا حفاظتی دستہ بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے...... عورتیں چھت پر چڑھ کر دیکھ رہی ہیں...... بچے گاڑیاں گن رہے ہیں...... ایک...... دو...... تین...... چار...... پچھلی بار تو گڑیا جی پیدل چلے تھے...... اس بار رتھ پر ہیں۔ آسمان نعروں سے گونج رہا ہے...... ''زندہ باد...... زندہ باد......'' ایک بچے نے بھی نعرہ لگایا...... ''کمل چھاپ زندہ باد......''

اطالوی خاتون پریشان ہیں۔ اُنہیں پچیس سیٹوں والے طیارے کی ضرورت ہے جو بی جے پی پہلے ہی بک کرا چکی ہے۔ طیارے کا خرچ لاکھ روپے فی گھنٹہ ہے۔ بی جے پی نے سولہ سیٹوں والی دو ڈکوٹہ اور تین ہیلی کوپٹر بھی کرائے

پر لیا ہے۔لیکن غریب کی بیٹی سی ۹۰ سے کام چلائے گی۔غریب کی بہن سولہ سیٹوں والی ڈکوٹہ استعمال کرے گی۔
اطالوی خاتون کو سات سیٹوں والے طیارے پر اکتفا کرنا پڑے گا......اس کا خرچ ڈیڑھ لاکھ روپے فی گھنٹہ......!
اطالوی خاتون الیکشن مہم پر نکلتی ہیں تو صرف سینڈوچ کھاتی ہیں اور کافی پیتی ہیں......!
برسامنڈا ابھی حیران رہ جاتا......!

بیس ہزار سے زیادہ آدی باسیوں نے اطالوی خاتون کو دیکھا...... ہاتھ ہلا رہی تھیں اور لوگ خوشی سے جھوم رہے تھے۔ان کی دختر نیک اختر نے بھی ہاتھ ہلایا اور ایک نوجوان پر نشہ چھا گیا......اس نے مجھے دیکھا اور ہاتھ ہلایا......؟

اطالوی خاتون سنبھل سنبھل کر بولتی ہیں۔وہ بھارت ماتا کی بیٹی ہیں۔اپنے شوہر کے ذکر میں وہ جذباتی بھی ہو جاتی ہیں۔بھارت ان کے سہاگ کی نشانی بھی ہے۔بھارت سے لگاؤ اُنہیں یہاں تک کھینچ لایا......اُنہیں کسی عہدے کی چاہ نہیں ہے۔
خاتون اب ہمارے دیش اور ہماری سنسکرتی کی بھی باتیں کرنے لگی ہیں۔انکشاف کرتی ہیں کہ گاندھی جی کے ہتیارے میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں اور عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔وہ جمّو اور آسام میں بڑھتے ہوئے تشدّد کی باتیں کرتی ہیں۔بہار میں غریبی کی باتیں کرتی ہیں لیکن مقامی مسائل کا ذکر نہیں کرتیں......
ایک نوجوان بھیڑ میں گھستا ہے......دیکھیں کیسی لگتی ہیں......؟

''ووٹ دیں گے......؟''
''ووٹ نہیں دیں گے......''
''پھر کس کو دیں گے......؟''
''آپ سے مطلب......؟''

الیکشن کے دن ہیں......!اچانک سبھی غریب ہو گئے ہیں اور راجہ سے لڑ رہے ہیں......سبھی غریبی ہٹائیں گے......سبھی سماجک نیائے دلائیں گے......غریب کی بیٹی......غریب کی بہن......غریبوں کا مسیحا...... یہاں تک کہ اٹل جی کو کہنا پڑا......غریب تو میں ہوں......معمولی ٹیچر کا بیٹا......
غریب کی بیٹی الیکشن مہم پر نکلتی ہے تو ہیرے کے بندے نہیں پہنتی۔وہ ہاتھ میں جھاڑو اٹھاتی ہے اور سی ۹۰ طیارے سے نیچے اترتی ہے۔عورتیں اُسے حیرت سے دیکھتی ہیں۔وہ اُنہیں پاس بلاتی ہے۔
''راشن کارڈ بن گیا......؟''

''پنشن مل رہا ہے نہ......؟''

غریب کی بیٹی فرقہ پرست طاقتوں کو بہاڑ کر پھینک دے گی اور پیا دلی میں لالٹین باریں گے......!

ریٹائرڈ جج خوش ہوتا ہے۔ وہ نیا نیا پارٹی میں آیا ہے۔ غریب کی بیٹی کو راج ماتا کہتا ہے۔ مسیحا کو لفظ راج ماتا سے چڑھ ہے۔ اس سے بورژوائیت ٹپکتی ہے...... جیسے راج ماتا گوالیار...... غریب کی بیٹی کہو...... غریب کی بیٹی لٹی کھاتی ہے اور ستو پیتی ہے۔

غریبوں کا مسیحا دھرتی کو بوسہ دیتا ہے۔ وہ زمین سے اُگا ہے۔ اصل وہ جو آگے سے بھینس کی سنگھ پکر کر چڑھ جائے......!

مسیحا کا غریب پر بہت قرض ہے۔ اس بار جیت گیا تو اتار دے گا۔ وہ یاد دلاتا ہے کہ کہاں کہاں سڑک بنی۔ کوئی بھیڑ میں کہتا ہے

''سڑک کہاں بنی......؟ سب الکترا تو پی گئے......؟''

مسیحا ان سنی کر دیتا ہے۔ اس کا کڑک بھاشن شروع ہوتا ہے۔

''بھائیو! یہ سماجک نیائے کی بھومی ہے۔ جنتا دل کا چکا اڈوانی کے رتھ میں چلا گیا۔ یہ لوگ فراڈ ہیں۔ منڈل کو میں کمنڈل گھسا دیا۔ یہاں فرقہ پرستی نہیں چلے گی۔ انہیں ہرگز ووٹ مت دینا نہیں تو اتہاس معاف نہیں کرے گا۔''

غریب کی بیٹی لالٹین اُٹھا کر دیکھاتی ہے...... تالیاں!

اچانک فضا میں نعرے گونجنے لگتے ہیں۔

''جیت گیا بھائی جیت گیا......''

''غیریبوں کا مسیحا جیت گیا......''

دوسرے دن وہ بھی جاتے ہیں مسیحا سے ٹکر لینے...... کمل ناتھ منڈل......!

ہیلی کوپٹر سے اتر کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ جیپسی وین کا استعمال نہیں کرتے۔ جلسہ گاہ تک پیدل جاتے ہیں۔ اقلیت کے لوگوں سے آنکھ ملانے میں شرما رہے ہیں کہ بھاجپا سے تال میل صرف چناوی سمجھوتہ ہے۔ ان کی وچار دھارا الگ ہے۔ یہ جن آدیش ہے کہ ملی جلی سرکار بنے۔ وہ بار بار احساس دلاتے ہیں کہ ایک غریب راجہ سے لڑ رہا ہے۔ ان کی جیت غریبوں کی جیت ہے۔ میرے بھائی......! ووٹ دینا...... غیریبوں کا ہتھیار ووٹ ہے......!

الیکشن کے دن ہیں...... غریب کی بہن......!

بہن جی اقلیت کے علاقے میں شلوار جمپر پہن کر جاتی ہیں۔ ان کے کپڑے ہمیشہ بے داغ ہوتے ہیں۔ بہن جی موٹے گلے کی ہیں۔ بھاشن کرتی ہیں تو گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ لاؤڈ سپیکر اکثر ان کی آواز نہیں جھیل پاتے۔

ان کا کارواں پہنچا بھی نہیں کہ رمنا میدان آدمیوں سے بھر گیا۔ بہن جی بیک وقت دوگاڑیوں سے چلتی ہیں۔ ایک خراب ہوگئی تو دوسری کام آسکے۔ دونوں گاڑیاں اے سی ہیں۔ دونوں طرف رضا کار ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ ان کی تصویر دیوی کی تصویر ہے۔ ان کے لئے اونچائی پر منچ بنایا گیا ہے جو مقامی نیتاؤں کے منچ سے ہٹ کر ہے۔ وہاں ایک میز پر نقرئی تاج رکھا ہے۔ تاج کو دیکھ کر بہن جی کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں لیکن وہ نگاہیں دوسری طرف پھیر لیتی ہیں اور مائیک پر گرجتی ہیں۔

''بابری مسجد شہید ہوئی تو ہم نے غم میں آپ کا ساتھ دیا۔ غریب اور دلت طبقے کو اوپر اُٹھانے کے لئے ہم نے کئی کام کئے لیکن منووادی طاقتیں ہمیشہ رکاوٹ بنتی رہیں۔ بی جے پی ہندوکرم کانڈ لاگو کرنا چاہتی ہے۔ اس کا مطلب اندھ وشواس اور روڑھ واد کو مضبوط کرنا ہے۔ اس لئے بی جے پی شدر اور پچھڑی جاتی کو ایندھن کے روپ میں استعمال کرے گی۔ بھائیو! میں کہنا چاہتی ہوں کہ کانگریس بھی فاشسٹ جماعت ہے۔ کانگریس بی جے پی سے زیادہ ہندو وادی ہے۔ آپریشن بلو اسٹار اور رام جنم بھومی شیلا نیاس اس کی تازہ مثالیں ہیں ......!''

بی جے پی اور کانگریس کو جی بھر کر کوسنے کے بعد بہن جی بتلاتی ہیں کہ وہ دلت اور پچھڑے طبقے کے لئے کیا کیا کرنا چاہتی ہیں۔ پھر وہ ہاتھ جوڑ کر اپنے غریب بھائیوں سے اپیل کرتی ہیں۔

''بھائیو! اگر آپ ہمیں بھاری اکثریت سے جتاتے ہیں تو ہم اسٹیٹ میں ہی نہیں سینٹر میں بھی آپ کی سرکار بنائیں گے......'' بھیڑ خوش ہوجاتی ہے اور تالیاں بجاتی ہے۔ بہن جی کو چاندی کا مکٹ پہنا کر ان کا راج ابھشیک کیا کیا جاتا اور فضا میں نعرے بلند ہوتے ہیں۔

''ووٹ ہمارا راج تمہارا
نہیں چلے گا نہیں چلے گا......''

☆ ☆ ☆

الیکشن کے دن ہیں۔

کانگریس نے بی جے پی کا نعرہ اچک لیا۔ ''دیش کی مہان سنسکرتی......'' بی جے پی زمانے کے تیور پہچانتی ہے۔ اس نے سماجک نیائے کا نعرہ اچک لیا اور اب رام کو روٹی سے جوڑتی ہے۔ ایمس کے سابق ڈاکٹر اب بی جے پی میں ہیں۔ مندر میں پوجا ارچنا سے اپنی یاترا شروع کرتے ہیں۔

مندر کی گھنٹیاں بج اٹھتی ہیں پوجا ارچنا ہوتی ہے اور سنکھ ناد کے بیچ شری رام کا وجئے گھوش ہوتا ہے۔ پاکستان

کو کرکٹ میچ میں شکست دینے کی خوشی میں مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں اور قافلہ لجپت پارک کی طرف بڑھتا ہے۔ایک بلیٹ پروف گاڑی بھی ہے جس میں بی جے پی کے ایک بڑے نیتا بیٹھے ہیں۔ وہ بلیٹ پروف جیکٹ میں ہیں۔ان کی بلیٹ پروف گاڑی ریموٹ کنٹرول سے محفوظ ہے۔ لجپت پارک لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہے۔ کچھ لوگ پیڑ پر چڑھ گئے ہیں...... پہلے چھوٹے نیتا کا بھاشن ہوتا ہے۔

''مسلم الگاؤوادی ہوتے ہیں۔ یہ ہندوؤں کو کافر سمجھتے ہیں۔مسلم سماج کی ایک ماتر چنتا اپنی الگ پہچان کی رکچھا کرنا ہے۔ یہ پریوار نیوجن نہیں کراتے اور اس طرح اپنی سنکھیا بڑھاتے ہیں انہیں بندے ماترم شبد سے گھرنا ہے آتنک واد پر وشواس کرتے ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ آتنک واد بڑھ رہا ہے۔اس لئے بندھو! گرو سے کہو ہم ہندو ہیں ایک جٹ ہو جاؤ اور اپنی سرکار بناؤ......''

آخیر میں بڑے نیتا کا بھاشن ہوتا ہے۔

''ہم نے ہر آنکھ سے آنسو پوچھنے کی قسم کھائی ہے۔ہم ہر دیش واسی کے چہرے پر مسکان لانے کی قسم کھاتے ہیں۔ بھارت سے پریم کیجیئے۔ اس کے بھبیہ اتیت سے اور سکھد ورتمان سے پریم کیجیئے۔اس کی پراچین ویبھو کی رکچھا کیجیئے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ ایک جت ہو جائیں۔ہمیں ووٹ دے کر ہمارے ہاتھ مضبوط کیجیئے......''

جمہوری نظام کی خصوصیت ہے کہ جب انتخابی مہم آہستہ آہستہ عروج پر پہنچتی ہے تو فرقہ پرستی کا رنگ غالب ہونے لگتا ہے۔بھیڑ میں ایک نوجوان بابری مسجد کا حوالہ دیتے ہوئے اچانک نعرہ بلند کرتا ہے۔

''یہ فقط جھانکی ہے
متھرا کاشی باقی ہے

☆ ☆ ☆

الیکشن کے دن ہیں۔

مایا ساہنی آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے پابہ رکاب ہیں۔ بی جے پی کی کبھی فایر برانڈ لیڈر اب خودمنو وادیوں کے خلاف شمشیر زن ہے۔لوگ رمنا روڈ کے کنارے ایک خالی میدان میں جمع ہو رہے ہیں۔عموماً یہاں آوارہ کتے گھومتے ہیں۔مل متر اور پسینے کی تیکھی بو سے میدان کا یہ حصّہ رچا بسا ہے۔لیکن اس کی حیثیت تاریخی ہے۔ یہاں

امبید کر اور رہو ہیا نے بھی عوام سے خطاب کیا ہے۔اس علاقے میں ستر فی صدی آبادی بیک ورڈ کی ہے۔ ایک گھنٹہ گذر گیا۔ وہ ابھی تک نہیں آئیں۔لوگوں کی بے چینی بڑھ رہی ہے۔لوگوں کو تجسس ہے کہ مایا کی شعلہ بیانی کہیں شبنم فشانی میں تو نہیں بدل گئی......؟ آخر کار وہ آ گئیں......تڑک بھڑک کے ساتھ......ریشمی ساڑی میں ملبوس ......کان میں ہیرے کے بندے ...... ہاتھ میں سونے کی چوڑیاں ...... بھیڑ میں کوئی ٹوکتا ہے ...... لباس تو مہارانیوں جیسا پہنا ہے......؟ وہ پلٹ کر جواب دے دیتی ہیں کہ یہ منواسمرتی سوچ ہے۔دلت کی بیٹی بھڑ کیلے لباس کیوں نہیں پہن سکتی......؟ وہ اپنے ووٹر کو سمجھانا چاہتی ہیں کہ گلیمر صرف الٹ کلاس کی چیز نہیں ہے۔گلیمر پر دلتوں کا بھی حق ہے......صارفی کلچر کے اس عہد میں گلیمر ایک رن نیتی ہے......آج تڑک بھڑک سے کام لینا ہوگا......دلت طبقہ کو معیارِ حسن بدلنا ہوگا......ا

''بھائیو! میں بڑی بڑی باتیں کرنے نہیں آئی۔ میں یہ دعویٰ کرنے بھی نہیں آئی کہ جیت گئی تو غریبی ہٹاؤں گی۔ یہ سب کھوکھلے نعرے ہیں۔ چناؤ میں اب مدّا کچھ نہیں رہا......نہ بھرشٹا چار نہ فرقہ پرستی نہ دیش کا وکاس ......اصل مسئلہ ہے فاشزم کا بڑھتا ہوا جال جس میں سماج بھی چھٹپٹا رہا ہے اور راج نیتی بھی ......آج اتہاس کی چھاتی پر فاشسٹ قوتوں نے اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں۔ روڑھ وادی سنسکاروں میں جکڑ کر ہمارا پھر سے شوشن ہو رہا ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ بھائیو! بھارت میں دو ہی ورگ ہے۔ایک منووادی اور دوسرا دلت پچھڑا طبقہ اور اقلیت دلت ورگ میں آتے ہیں۔ دلت کی لڑائی پچھڑے طبقے اور اقلیت ورگ سے نہیں ہے۔اس بات کو سمجھ لینا چاہیئے۔شوشن تو منووادیوں نے کیا۔دھرم کو اوزار بنا کر۔ ہم پر اپنی برتری سدھ کی۔ ہمارا مانسک شاریرک اور ادھیاتمک شوشن کیا۔ دلت بھائیو! بی جے پی جس ہندو سماج کی بات کرتی ہے اس میں دلت کا کوئی استھان نہیں ہے۔شدر مندروں میں آج بھی نہیں جا سکتا۔اس بات کو یاد رکھیں کہ ہندو سماج میں دلتوں کو سمان ادھیکار کبھی نہیں ملے گا۔اس لئے بھائیو! ہمیں ایک ہونا چاہیئے اور اپنے فیصلے خود کرنے چاہیئے ...... آپ ہمیں ووٹ دیجیئے ہم آپ کے ادھیکاروں کے لئے سنگھرش کریں گے ...... یاد رکھیئے۔ دلت کی لڑائی مسلمانوں سے نہیں ہے۔ دلت کی لڑائی منووادیوں سے ہے۔منوواد کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ہوگا......''

مجمع میں کوئی زور سے چلاّیا

''بی جے پی سے بھاگ کر آئی ہے......''

''میں بی جے پی سے بھاگ کر نہیں آئی۔ بی جے پی نے میرا اپہرن کر لیا تھا۔ میں اپنے گھر لوٹ آئی ہوں۔'' تالیوں کی گڑگڑاہٹ......

''زندہ باد زندہ باد......دلت کی بیٹی زندہ باد......''

اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوتا ہے۔ مایا ساہنی کی چیخ سنائی دیتی ہے۔ اسٹیج پر دھواں پھیل جاتا ہے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ سیاہ رنگ کی ماروتی کار میں کچھ ہتھیار بند نوجوان ...... یہ جا......وہ جا......اسپتال تک جاتے جاتے مایا ساہنی دنیائے فانی سے کوچ کر جاتی ہے۔

''ایک ردائے زینب کے سر پر اب بھی تھی سرسبز
وہ بھی رنگ نہ غیر کو بھایا چھین کے کر دیا لال''

☆ ☆ ☆

الیکشن کے دن ہیں......!

ایک ارب آبادی والے نظام جمہوریہ کا بلند و بالا مینار شروانی کی آنکھوں میں محبوب کے آنچل کی طرح لہرا رہا ہے......

شرانی راہِ محبوب میں سونے کی اینٹیں بچھائیں گے۔

شرانی کے پاس سونے کی تین کانیں ہیں۔

چاپانلوں کی مرمتی میں رمیش یادو کا ال بائی تھری کا مشورہ۔

ڈی ایم کے دستخط سے ایک ہزار افراد کے گھروں کی فہرست جہاں سلبھ شوچالیہ کا نرمان ہونا ہے۔

ریلوے گودام سے پانچ ہزار میٹر پائپ کا شارٹ سرٹیفیکیٹ۔

شرانی ایک ایک کر کے اپنی منظوری کی مہر لگاتے ہیں......!

اعلیٰ کمان کو تیس لاکھ کی رقم بہ طور نذرانہ......!

اعلیٰ کمان کا دل باغ باغ ہے۔ شروانی میں اُنہیں ایک بڑے لیڈر کی تمام خوبیاں نظر آتی ہیں۔ اگلے ماہ وہ اپنے عہدے سے استعفےٰ دیں گے اور اعلیٰ کمان اُنہیں کاؤنسل کے لئے نامزد کریں گے۔

ڈھان چو مسکراتا ہے......شرانی اس سے آنکھیں ملانے میں کتراتے ہیں......ڈھان چو ایک نظم سناتا ہے۔

تم نہیں مار سکتے کرگس

تم مار سکتے ہو بھیڑیا
جنگلی سور
یہاں تک کہ شیر بھی
نہیں مرے گا کرگس
مرتی ہیں
فاختائیں
ابابیلیں
اور گنبدوں میں غٹرغوں کرتے کبوتر
کرگس شاہی قلعہ کی اونچائی پر بیٹھتا ہے۔
ڈھان چو کی اُداسی رہ رہ کر بڑھ رہی ہے۔ وہ گئی رات تک چہل قدمی کرتا ہے۔ کبھی کبھی زور سے بڑبڑاتا ہے۔
''اے جمہوریت کی پری!
چکی لے اور آٹا پیس
تو خاک پر بے تخت بیٹھ!
اب تو نرم انداز اور نازنین نہ کہلائے گی۔
اپنا نقاب اتار اور دامن سمیٹ لے۔ ٹانگیں ننگی کر کے ندیوں کو عبور کر
تیرا بدن ننگا کیا جائے گا بلکہ تیرا استر بھی دیکھا جائے گا۔''

☆ ☆ ☆

سولہ مارچ......!
طوفان گذر گیا لیکن گرد ابھی تھمی نہیں ہے۔
سی ایم کمپاؤنڈ کے آوٹر ہاؤس میں چہل پہل ہے......؟ سی ایم کچھ کچھ تھکے نظر آ رہے ہیں بحث جاری ہے کہ کس پارٹی کو کتنی سیٹ ملے گی...... کم سے کم ڈیڑھ سو سیٹ تو آئے گی......سرکار بن تو جائے گی......کانگریس سے سندھی کرنا پڑ سکتا ہے...... پاسبان نے غضب کا دھوکا دیا......ساری زندگی تو براہمن کو گالی دیتے رہے اور اب اس کا پکڑ کر جھول رہے ہو...... پاورلسٹ ہے......سب کو پاورلسٹ......
کیندر میں پھر ملی جلی سرکار بنے گی...... بھاجپا کو چالیس سیٹ بھی نہیں ملے گی...... فائدہ سمتا کو ہو گیا......کرمی کا کبھی یادو سے الائنس ہوا ہے......؟ واہ رے جنتا دل......؟ دھڑ ٹوٹا تو ترشول میں اٹکا......کملیش درپن حسن گنج میں پھر

نکال لے گا......سالا ہے سیانا ......چھیتر میں میاں کو بھی ملا کر رکھے ہوئے ہے۔للت جی کا بیٹا ہار جائے گا......
بھاجپا میں گیا تھا۔ براہمن جو ہے......دادا بھی آؤٹ ہو گئے ......سبھی دگج دھراشائی ہو رہے ہیں۔وکاس اب مدا نہیں ہے۔وکاس سے ووٹ نہیں ملتا......وجۓ کرشن جی......آپ تو نکال لیا......آپ کے ایریا میں خوب گردہ کھایا ۔وہاں کے نوجوان اسپورٹس مین کی طرح ہیں......ہماری حالت بد سے بدتر ہو گی تو ایک سو چالیس سیٹ آئے گی۔ اس سے کم نہیں ...... بے ایمان لوگوں نے کتر کر پچاس کر دیا...... یہ ایکزٹ پول کیا ہوتا ہے جی......؟ سب بھاجپا کی چال ہے ......میڈیا کو خرید لیا ہے......کراسن تیل کا دام بڑھا دیا ...... پیاز کا دام بڑھا تو دلی میں منھ کے بل گرے......اب کے دھوتی کھل جائے گی ...... عام آدمی کے آیٹم پر بھاجپا وار کرتی ہے......سامنتی پارٹی ہے...... جنتا بوجھتی نہیں ہے...... ہندتو...... ہندو سماج......مہان سنسکرتی ......اسی لئے مائکل جیکسن کی آرتی اتارتے ہو اور فتح علی خان کو مار بھگاتے ہو......اصل راڑ ہے یہ لوگ ......کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا......ایرپورٹ کو چولھے میں ڈال دیا......جب چاہتا ہے کرکٹ میدان میں کدال چلا دیتا ہے۔یہ ہے فاشزم کا اصل چہرہ......مہاماری کی طرح پھیل رہی ہے فاشزم...... جنتا نہیں سمجھے گی تو پورے دیش میں ان کا راج ہو گا......سالا سب کہتا ہے ہمارا اسٹیٹ پیچھے چلا گیا......! دلی میں بیٹھے ہو تو آگے کر دو......میں نے اکیلے دو سو پچاس چھیتروں میں پرچار کیا۔ بڑی بھیڑ جٹتی تھی...... باپ رے باپ......کھانا نہیں ...... پینا نہیں ......سونا نہیں ......ایک فوٹوگرافر بھیڑ دیکھ کر اچکچا گیا...... پریس والے کو نہیں لے گئے اس بار......؟ بڑے بڑے جھولے والے کو کون لے جائے ......فوٹو لیا ......کودا ...... بھاگا......لگتا ہے فوٹو پریس میں کہیں دب گیا...... بھاجپا والے نے میڈیا کو خرید لیا ہے......

دکھن کا حال ٹھیک ہے ...... غریب کا ووٹ ملا ہے ...... ایک میاں جی بھی بی جے پی میں ہے ...... ہو......ہو......ہو......کہہ دیا کہ تبلیغی جماعت آر اس اس کی طرح ہے ...... بتاؤ......! بھاجپا اس کو ہتھیار بنا رہا ہے......دے دے گا پوسٹ اور میاں کی چھاتی پر میاں سے ہی مونگ دلوائے گا۔ جو ووٹ کرالیا وہی جیتا ......
دکھن کے راجپوت ساتھ ہیں ......وجۓ کرشن جی کو تو ان لوگوں نے ڈکلیر کر دیا......

بنیا جات بھاجپا کے ساتھ لگ گئی ہے۔اصل میں پونجی پتی بھاجپا کے ساتھ ہے۔اس لئے بنیا بھی اسی خیمے میں ہے۔
بھاجپا اگر پاور میں آ گئی تو کنسٹی ٹیوشن میں ہیر پھیر کرے گی......

بی بی سی کا نمائندہ انٹرویو کے لئے پہنچ جاتا ہے......اعلیٰ کمان اُٹھ کر بیٹھک میں آ جاتے ہیں اور نمائندے کو وہیں طلب کرتے ہیں۔

﴿۸﴾

چناؤ کے نتائج آ گئے......

وہی ملی جلی سرکار......اور بی جے پی سب سے بڑی پارٹی کے روپ میں سُرخ رو ہوئی ہے......علاقائی پارٹیاں گٹھ بندھن میں ہیں۔کانگریس کا رول حزب مخالف کا ہے۔اسٹیٹ میں مسیحا کی پھر حکومت ہوگئی لیکن کانگریس کے ساتھ تال میل کرنا پڑا۔ کمل ناتھ منڈل چناؤ ہار چکا ہے۔کمد چگانی جیت گئی ہیں۔کملیش درپن نے بھی اپنی سیٹ بچالی ہے اور چمن لال چنچل نے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

فہیم الدّین شروانی کاؤنسل کے ممبر نامزد ہوئے......ان کا اچانک استعفٰی دینا اور ایم ال سی ہو جانا سب کو حیرت میں ڈال گیا ہے۔

اپنے ایم ال سی فلیٹ میں آ کر شروانی کچھ اُداس ہیں......اُنہیں لگتا ہے جیسے وہ ایسے مکان میں قید ہیں جس کی کھڑکیاں صرف موسم خزاں میں کھُلتی ہیں۔یہاں آ کر جسیم الدّین کی آنکھوں میں برف کی گٹھلی کی طرح برسوں سے منجمد خوف کچھ اور گہرا گیا ہے......کہیں ایسا تو نہیں کہ زرینہ کو یہاں بلائے گا......؟ وپ مُلتجانہ نگاہوں سے شروانی کی طرف دیکھتے ہیں......اور شروانی کو اسی بات سے چڑھ ہے......کیسی زرینہ......؟ زرینہ تومدّتوں پہلے انا کی سولی پر ٹنگ گئی......! آدھی رات کو فلیٹ کے تاریک گوشے سے کسی کے رونے کی آواز ابھرتی ہے......شروانی اسے ان سنی کر دیتے ہیں......!

شروانی اپنی نئی زندگی میں بہت شاداب نظر نہیں آتے گرچہ اعلیٰ کمان نے اُنہیں دھیان آکرشن سمیتی کا چیرمین بھی بنا دیا ہے۔پھر بھی ایک اُداسی سی مسلط ہے۔وہ ڈھان چو سے بھی آنکھیں ملانے میں کتراتے ہیں......اُنہیں لگتا ہے وہ کرگس ہیں......شاہی قلعے کی اونچائی پر بیٹھے ہوئے......! کیسے ہتھکنڈے استعمال کئے ایم ال سی ہونے کے لئے......؟تیس لاکھ کی رقم ٹن ٹن سڑپ ہوگئی......یہ رقم تو ان کے لئے ہی تھی جو غریبی ریکھا سے نیچے ہیں......!

مایا ساہنی کا قتل بھی ان کی اُداسی کا ایک سبب ہے۔اس واقعہ نے ان کی سوچ پر اثر ڈالا ہے......ڈھان چو کہتا ہے سسٹم میں شامل ہو گئے تو بچ جاؤ گے، سسٹم کی مخالفت کرو گے تو مارے جاؤ گے......اور یہ کیسا سسٹم ہے کہ تم بوتے ہو پھول اور اُگتی ہے تلوار......؟

مایا کے بعد کوئی سیاسی ہستی ایسی نہیں ہے جس سے شروانی قربت محسوس کرتے ہوں۔کمد چگانی سے شناسائی ہے لیکن وہ بی جے پی کی ہو گئیں......کیندر میں سرکار مزے میں چل رہی ہے۔بی جے پی جو بل چاہتی ہے پاس کروا لیتی ہے۔علاقائی پارٹیاں ذاتی مفاد کے لئے مخالفت نہیں کر پاتی ہیں۔سبھی کے نمائندے وزارت میں ہیں۔کوئی ایسا قدم اُٹھانا نہیں چاہتا کہ کُرسی سے دستبردار ہونا پڑے۔بی جے پی کی سرکار میں نئے نئے گھوٹالے سامنے آرہے ہیں......لیکن یہ گھوٹالے اب چونکاتے نہیں ہیں۔

چونکانے والی خبر یہ ہے کہ مسز چگانی بی جے پی میں ہٹ ہو گئیں......یعنی گٹھ بندھن سرکار میں پٹرولیم منسٹر کے عہدے پر فائز ہوئیں......!

شروانی کو حیرت ہوئی۔اُنہوں نے مسز چگانی کی صلاحیتوں کو ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھا ہے۔

شروانی کو جب سرکار کی جانب سے اطلاع نامہ موصول ہوا کہ وہ ڈیلر سلیکشن بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے ہیں تو ان کو لگا کوئی برف میں ڈوبی انگلیوں سے اُنہیں مسلسل چھو رہا ہے......ان کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ مسز چگانی ان کو بھولی نہیں تھیں اور یہ کہ اب وہ ایک ایک ہی برادری کے ہیں......''اقتدار کے آنگن میں ٹھٹھولیا کرتی ہوئی سیاسی برادری......'' ان کو یاد آیا کہ مسز چگانی کے ہونٹ جامنی ہیں اور ایک بار اُنہیں چھو کر محسوس کرنے کی شدید خواہش سے وہ گذرے تھے......شروانی مسکرائے......اب رسائی زیادہ آسان ہو گی......ایک ہی برادری جو ٹھہری......!

شروانی نے اُنہیں مبارکباد کا فیکس کیا اور دوسرے دن خود تشریف لے گئے۔

مسز چگانی اُن کو دیکھ کر کھل گئیں......وہ کچھ پریشان سی نظر آرہی تھیں۔بار بار گردن جھکا کر سینے کی طرف دیکھتیں اور پلّو سنبھالتیں......شروانی کو ان کی یہ حرکت عجیب سی لگی......لیکن ایک بات اُنہوں نے محسوس کی کہ مسز چگانی کی چھاتیوں میں غیر معمولی ابھار ہے۔پھر بھی وہ کوئی کشش محسوس نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ اُبھار بھدّے معلوم ہوئے......وہ ان کو بیڈ روم میں لے گئیں......شروانی دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئے......مسز چگانی کی چال میں کوئی فرق نہیں آتا تھا......کولہوں میں وہی مترنم سی تھرکن تھی۔کمرے میں آکر مسز چگانی نے شروانی کا ہاتھ پکڑ لیا اور بے حد اپنائیت سے بولیں۔

''شروانی ایک مصیبت میں گرفتار ہوں......!''

شروانی کو یہ اندازا چھا لگا۔انہوں نے پوچھا۔

''کیسی مصیبت......؟''

''اب کیا بتاؤں۔تم سنو گے تو ہنسو گے......''

''پھر بھی......!''

''تمہیں میری چھاتیاں اپنا رمل معلوم ہو رہی ہیں......؟''

شروانی کو یہ سوال بے تکا معلوم ہوا پھر بھی انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ان میں پٹرول اتر آیا ہے......!''

''کیا......؟''شروانی چونکے۔

''جب سے میں پٹرولیم منسٹر بنی ہوں میری چھاتیوں میں پٹرول اتر آیا ہے......''

''کمال ہے......!''

''دیکھو!''مسز چگانی نے بلوز کے بٹن کھولے۔ چھاتیاں ربر کے پھولے ہوئے تھیلے کی طرح لگ رہی تھیں۔

''دبا کر دیکھو......!''مسز چگانی نے شروانی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی چھاتی پر رکھ لیا۔شروانی نے دبایا تو پٹرول کی دھار پھوٹ کر شروانی کے چہرے پر پڑی۔شروانی گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے ......مسز چگانی ہنسنے لگیں......ا

''اب بتاؤ کیا کریں......''

''عیش کرو......!''شروانی ہنستے ہوئے بولے۔

''تمہیں مذاق سوجھا ہے......''

''پٹرول کی ضرورت آراس اس کو ہے......ترشول کے ساتھ پٹرول کے کنستر بھی تقسیم ہوں گے......؟ شروانی مسکرائے۔

مسز چگانی کے چہرے پر تناؤ آ گیا۔انہوں نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے ...... چھاتیاں سہلائیں ...... پٹرول کے قطرے ہاتھوں پر ٹپک پڑے ......''جی چاہتا ہے آگ لگا دوں ......'' مسز چگانی دور خلاً میں تکتی ہوئی بولیں۔ شروانی نے اُنہیں چونک کر دیکھا......وہ اس وقت کسی اور دنیا میں نظر آ رہی تھیں۔

''کہاں کہاں آگ لگاؤ گی......؟''شروانی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

جہاں جہاں تم نظر آؤ گے......!::مسز چگانی بھی مسکرائیں۔

پھر اچانک ان کے چہرے پر نرمی آ گئی......مسکرا کر شروانی کی طرف دیکھا۔

''آؤ تمہیں ایک چیز دکھاؤں......؟'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بالکنی میں لے گئیں۔

''وہ دیکھو......!'' مسز چگانی نے سامنے سڑک کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں لوگوں کی لمبی قطار تھی......

''یہ میرے عزیز و اقارب ہیں......اُنہیں پٹرول پمپ کا کوٹہ چاہیئے......اور ال پی جی کا لائسنس......''

''یہ دھاندلی ہے کہ تم سارا کوٹہ اپنے لوگوں کو دو'' شروانی نے اعتراض کیا۔

''کانگریس نے کیا کیا......؟''

''بی جے پی ہمیشہ کانگریس کی مثال کیوں دیتی ہے......؟''

''مقابل اور کون ہے'' مسز چگانی مسکرائیں۔

''تم پھنس جاؤ گی......!''

''سپریم کورٹ سے بری ہو جاؤں گی!''

''ستیش شرما نے بہ طور جرمانہ تیس لاکھ کی رقم بھری تھی......''

''میں بھی بھروں گی......''

''تمہارا کوٹہ ردّ ہو گا''

''کیوں......؟''

''پچھلی بار یہی ہوا تھا۔ اس وقت بی جے پی کا ہی کوئی لیڈر پٹرولیم منسٹر تھا۔ اس نے پونے چار ہزار پٹرول پمپ اپنے رشتہ داروں میں بندر بانٹ کر دیا۔ بہت بدنامی ہوئی تو پی ایم کو مجبوراً کوٹہ ردّ کرنا پڑا۔''

''وہ میں بھی کروں گی۔ یہ ایک طرح کا سماجک نیائے ہے جو ہم اپنی کمیونیٹی میں کرتے ہیں۔''

شروانی مسکرا کر رہ گئے۔ مسز چگانی اچانک اُداس ہو گئیں اور دور خلأ میں کہیں تکنے لگیں۔ شروانی بھی خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد مسز چگانی نے پوچھا۔

''تم خوش ہو شروانی......؟''

''کیوں؟''

''بی جے پی کے دور میں سب سے زیادہ گھوٹالے ہوئے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے؟''

''گھوٹالا اب مدا نہیں ہے......کرپشن از نو مور الیشو ان انڈین پالیٹکس......''

''ہم سب مہاماری کے شکار ہیں......!''

مہاماری......؟ بی جے پی کی چھاتیوں میں دودھ کی جگہ پٹرول ہے......تاریخ کے سینے میں فاشزم کے پنجے پیوست ہیں۔ نصابی کتابوں سے لے کر کلیسا کی دیواروں تک فاشزم اپنا وجود درج کر رہی ہے۔ ماحول میں ایک طرح کا تناؤ سا پیدا ہو گیا......شروانی گھٹن سی محسوس کرنے لگے......!

''مہاماری کرگل کی پہاڑیوں پر بھی پھیلی......میں وہاں گئی تھی۔''

شروانی نے اُنہیں حیرت سے دیکھا۔

''وہاں کفن چور دیکھے......''

''وہاں سے ایک چیز لائی۔''

''آؤ دکھاتی ہوں۔'' شروانی کا ہاتھ پکڑ کر وہ گیسٹ روم میں لے گئیں۔ وہاں فرش پر ایک تابوت رکھا تھا۔

''یہ پانچ سو کا ہے لیکن تیرہ سو میں سودا ہوا۔''

''کیوں......؟''

''مجھے بتایا گیا کہ المونیم کا ہے اور اس میں چاندی کے پتر لگے ہیں......''

مسز چگانی تابوت میں لیٹ گئیں۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے اور آنکھیں بند کر لیں......

شروانی کو خوف سا محسوس ہوا۔

چگانی جی! اُٹھئے۔ اب مجھے اجازت دیجیئے......''

''اجازت......!'' مسز چگانی کا لہجہ بدل گیا۔

''آپ جانا چاہتے ہیں اور میں یہاں تابوت میں لیٹی ہوں ...... یہ عجب چیز ہے۔ یہاں فوجی کی چیخیں سنائی نہیں دیتیں۔ نہ ہی کسی کی لاش نظر آتی ہے...... یہاں صرف منافع دکھائی دیتا ہے...... فی لاش آٹھ سو کا منافع ...... ہا ہا ہا ہا......کرگل کے شہید جوانو! تمہاری لاش کا سودا ہوا ہے......تم جتنی تعداد میں مرو گے اتنا ہی منافع ہوگا......ہا......ہا......ہا......ہا......

پھر مسز چگانی کا جسم زور زور سے ہلنے لگا اور منھ سے بے ربط الفاظ نکلنے لگے۔

کرگل گھوٹالا ...... شیر بازار گھوٹالا...... یوٹی آئی گھوٹالا ...... یوریا گھوٹالا ...... لیٹر آف کریڈیٹ گھوٹالا ......کوآپریٹیو بینک گھوٹالا......تہلکا کانڈ ......گورنمنٹ دوا ے ڈفرینس ......ڈفرینس......ڈفرینس......

شروانی پر تھرتھری طاری ہوگئی......وہاں سے کھسک جانے میں عافیت سمجھی۔ مسز چگانی کو ان کے حال پر چھوڑ کر شروانی کمرے سے باہر نکل گئے......!!!

ڈھان چو ایم ال سی فلیٹ میں خوش ہے۔ گھر سے باہر اس کی مٹر گشتی بڑھ گئی ہے۔ شروع شروع میں جب آیا تھا تو راجدھانی کی سڑکوں کی خاک چھانتا تھا۔ اب اس نے گاندھی میدان میں اڈہ جمایا ہے۔ گاندھی جی کی مورتی کے پاس گھنٹوں بیٹھا رہتا ہے۔ یہاں آکر اس کو وہ ساری کہانیاں یاد آنے لگی ہیں جو اس نے بچپن میں سنی تھیں...... اور وہ پری جس کی بیڑیاں سب نے مل کر کاٹیں ...... ریشمی لباس سے ملبس کیا اور سر پر تاج رکھا...... لیکن ڈھان چو کبھی کبھی زار زار روتا ہے کہ وہ ملعون ہوئی ...... اس نے بازو میں اپنے لئے گنبد بنایا۔

ایک بار گاندھی جی کی مورتی کے قریب مجمع سے خطاب کرتے ہوئے اس نے ایک طویل نظم سنائی۔

ماں بچپن میں سناتی تھی کہانی
کہانی میں
پری ہوتی
دیو ہوتا
اور ہوتے شہزادے
پری دیو کی قید میں ہوتی
اور میں پوچھتا
ماں! کیوں ہوتا ہے تمہاری ہر کہانی میں ایک دیو؟
ماں ہنستی تھی اور کہتی تھی
جہاں پری ہوگی وہاں دیو ہوگا
اور ایک شہزادہ بھی
ماں شہزادے کو نجات دہندہ بتلاتی تھی
مجھے یاد ہے
میں خوف سے آنکھیں بند کر لیتا
ایسا تو نہیں دیو ڈھونڈ لے گا شہزادے کو
ماں سناتی ہے اب میرے بچوں کو کہانی
کہانی میں پری ہوتی ہے
دیو ہوتے ہیں
نہیں ہوتے شہزادے
کہاں گئے شہزادے

آہستہ آہستہ ڈھان چو کا ایک حلقہ بننے لگا ہے۔ کچھ لوگ اس کو سننے کے لئے گاندھی میدان آتے ہیں۔

ایک بار بھرے مجمع میں گاندھی جی کی مورتی کے سامنے ڈھان چو زور سے چلایا......

''سابرمتی کا پانی لال ہوا......
گاندھی! تیرا ایک قتل اور ہوا......!''

دوسرے دن گودھرا کا واقعہ پیش آیا۔ گجرات کی سرزمین لال ہوئی

کچھ ہی دن بعد ڈھان چو انٹرنل سیکیوریٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوا......!

ڈھان چو کی گرفتاری سے شروانی جیسے سکتے میں آ گئے......شروانی انسپکٹر سے ملے۔اس نے کہا کہ ڈھان چو کو قبل از وقت پتہ تھا کہ گجرات میں کیا ہونے والا ہے......؟ اس نے کیسے سمجھا کہ سابرمتی کا پانی لال ہوگا......؟ اور وہ کس شہزادے کی بات کرتا ہے......؟ آتنک وادی......؟ وہ آتنک وادیوں کے آنے کا انتظار کر رہا ہے۔

شروانی کو یقین ہوگیا کہ ڈھان چو آسانی سے چھوٹنے والا نہیں ہے۔ دس منٹ کے لئے اس سے بات کرنے کی اجازت ان کو مل گئی۔ڈھان چو کو دیکھتے ہی شروانی کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں لیکن اس کے چہرے پر طمانیت تھی۔ شروانی کو دیکھ کر وہ آہستہ سے مسکرایا۔

''بھیا......بھیا......! کیسے ہو......!''

''کیا ضرورت تھی گاندھی میدان میں دھونی جمانے کی......؟''

''ہم تو پھول بوئے بھیا......! اور اگ آئی تلوار......؟''

''ضمانت کی کوشش کر رہا ہوں......!''

ڈھان چو نے سر ہلایا'' کچھ نہیں ہوگا۔''

''پھر کیا کروں......؟''

''سوال اب سیکولر اور غیر سیکولر طاقتوں کا نہیں ہے۔اب مقابلہ فاشسٹ قوتوں کے درمیان ہے۔مہاماری پھیل رہی ہے......تم اسے روک نہیں سکتے۔''

''اس بار ملی جلی سرکار ہے لیکن جس طرح فاشسٹ قوتیں بڑھ رہی ہیں تو اگلے الیکشن میں بی جے پی پوری بہومت میں ہوگی......اور تب......؟''

''تب بی جے پی آئین بدلنے کی کوشش کرے گی اور ملک میں خانہ جنگی کا دور ہوگا......''

ڈھان چو خاموش ہوگیا اور دور خلاء میں تکنے لگا۔

''ہم حالات کا مقابلہ جمہوری طریق کار ہی سے کر سکتے ہیں۔ہمیں نئے سیاسی سمی کرن ڈھونڈنے ہوں گے......مسلم دلت سمی کرن......جس میں پچھڑی جاتیاں بھی شامل ہوں اور وہ تمام لوگ جو معاشی سماجی سطح پر پسماندہ ہیں......! پچھڑی جاتی میں تین جاتیاں ایسی ہیں جو فارورڈ سے اپنا تشخص قائم کرتی ہیں......یادو......کرمی......اور بنیا۔ان میں گٹھ بندھن نہیں ہوسکتا۔ بنیا اس لئے بی جے پی میں ہے کہ بزنس کلاس ہے اور خود کو فارورڈ سمجھتی

ہے......اس کا تو کسی سے گٹھ بندھن نہیں ہوسکتا......

ڈھان چو خاموش ہو گیا۔ اس کا چہرہ اچانک سفید ہو گیا۔ اس نے ویران نگاہوں سے شروانی کی طرف دیکھا اور اس کو جانے کا اشارہ کیا۔ وقت ہو گیا تھا۔شروانی دل پر بوجھ لئے گھر لوٹ آئے......!

شروانی کے جانے کے بعد سی بی آئی کا ڈی اس پی وہاں پہنچا۔ڈھان چو اس وقت جھوم جھوم کر مولانا روم کی مثنوی پڑھ رہا تھا۔ڈی اس پی اس کو خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگا۔ڈھان چو نے ناپسندیدہ نظروں سے ڈی اس پی کی طرف دیکھا۔ڈی اس پی نے محسوس کیا کہ ڈھان چو کی نظریں جیسے چبھ رہی ہیں۔

''کیا پڑھ رہے تھے......؟'' ڈی اس پی کا لہجہ کچھ ترش تھا۔

''کچھ نہیں......؟'' ڈھان چو بھی ناگوار لہجے میں بولا۔

''کہاں تک پڑھائی کی......؟''

''میٹرک......!''

''کس کے لئے کام کرتے ہو......؟''

''کسی کے لئے نہیں......!''

''گودھرا کی یوجنا کب بنی؟''

جواب میں ڈھان چو نے گھور کر دیکھا۔ڈی اس پی نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

''اور کون کون ہیں تمہارے ساتھ؟''

''کوئی نہیں!''

''تم جانتے تھے کہ گودھرا میں کیا ہونے والا ہے؟''

ڈھان چو خاموش رہا۔

''تم لوگوں کا بہت بڑا انٹ ورک ہے۔''

ڈھان چو خاموش رہا۔

''اپنی پسند ناپسند کے بارے میں بتاؤ......!''

''کون سا رنگ پسند ہے......؟''

''رنگ......؟''

''ہاں!''

ڈھان چو سوچنے لگا۔

''گلابی...... پنڈت نہرو گلاب کا پھول پسند کرتے تھے۔''

''یہ تو نہرو جی کی پسند ہوئی......!''

''مجھے بھی گلابی رنگ پسند ہے۔''

''کوئی اور رنگ......؟''

''پیلا رنگ بھی اچھا ہے۔''

''اور......؟''

''ہرا رنگ بھی پسند ہے......ا''

''ہرا رنگ......؟ سالا پاکستانی ایجنٹ......؟ ہرا رنگ پسند کرتا ہے......بہن چود......!'' ڈی اس پی نے ڈھان چو کے پیٹ پر کس کر ایک لات جمایا...... دھاپ! اور پھر لاتوں اور گالیوں کی بارش شروع ہوگئی۔ سالا...... دھاپ......دھاپ...... پاکستانی ٹیررسٹ...... دھاپ...... دھاپ آتنک پھیلائے گا......سالا...... پارلیامنٹ پر حملہ......لال قلعہ پر جھنڈا......دھاپ......دھاپ......دھاپ ہرا رنگ بہن چود......آتنک وادی......

گھونسوں اور لاتوں کی مسلسل بارش......!!

صبح تک ڈھان چو نے دم توڑ دیا......

☆ ☆ ☆

فاشسٹ قوتوں سے لمبی لڑائی کی شروعات ہو چکی ہے......

شروانی کے پاس ایک مشن ہے۔ غیر فاشسٹ عناصر کی پہچان......اُنہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا......شروانی نے سیکولر دوستوں کے ساتھ مل کر ایک ادارہ قائم کیا ہے......

'ڈھان چوانسٹی ٹیوٹ آف سوشل ریفارم' اس کے تین شعبے ہیں۔ تعلیمی، ثقافتی اور سیاسی......ادارے کا مقصد ہے سماجی اور معاشی سطح پر پسماندہ طبقے کے سماجی اور سیاسی حقوق کی حفاظت......فاشزم کے خلاف یہ لڑائی شروانی اپنے گھر سے شروع کرتے ہیں۔

آدھی رات کے سناٹے میں کسی کے رونے کی آواز ابھرتی ہے......!

شروانی کان دھرتے ہیں۔

رمیش یادو کو بلا کر گھر کی سیاست سمجھائی ہے اور نوٹوں سے بھرا ایک سوٹ کیس دیا ہے۔

رمیش یادو سوٹ کیس لے کر جسیم الدّین کے پاس جاتا ہے۔

''حاجی صاحب نے بھیجا ہے۔ آپ کے پیسے واپس کیئے ہیں اور غلطی کی معافی مانگی ہے......''

برسوں کی جمی ہوئی انا کی گٹھلی میں حرکت ہوتی ہے......

ہم بُرائی کو بُرائی سے ہی ختم کر سکتے ہیں......

ہماری بُرائی تمہاری بُرائی سے اچھی ہے......

شروانی نے اپنی گاڑی کا رُخ حاجی برکت اللہ کے گھر کی طرف موڑ دیا ہے......

☆ ☆ ☆